''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی بلاشبہ اس نے میرا انکار کیا۔'' (بخاری)

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings
#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna, S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

''اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (قرآن)

سہ روزہ
دعوت
نئی دہلی
www.dawatonline.com

سنہرے اوراق
(عبدالمالک مجاہد)
اس کتاب میں روشن ماضی کے زندہ اور چمکتے دمکتے واقعات پر مشتمل ہماری سنہری تاریخ کے گمشدہ اوراق ہیں جو ہر چھوٹے بڑے کے لئے یکساں دلچسپی رکھتے ہیں۔ ذہن کو جلا دینے والے اور سوچنے سمجھنے پر مجبور کرنے والے یہ حیران کن مشاہدات اور سبق آموز قصے ہماری کردار سازی اور شخصیت کی تعمیر میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ ☆صفحات:400 ☆قیمت -/150
مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن
Maktaba Al-Faheem
1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road Sadar Chowk Maunath Bhanjan (U.P.) 275101
Ph: 0547-2222013 (S) Mob.9889123129/9236761926

● جلد: ۵۷ ● شمارہ: ۴۶ ● ۱۹ رمئی ۲۰۰۹ء ● 19 May 2009 ● سہ شنبہ ● ۲۳ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ ● قیمت Rs.5/= ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲ ریال ● Posting: 17 May 2009 Sunday

ملزم کو اپنی بے گناہی ثابت کرنی پڑ رہی ہے

اطلاعات کے مطابق جے پور بم دھماکوں کے سلسلہ میں اتر پردیش سے گرفتار شہباز کے وکیل راج کمار نے مقامی فاسٹ ٹریک عدالت میں ایک عرضی داخل کر کے اپنا نارکو اور لائی ڈیٹکٹر ٹیسٹ کرانے کی اپیل کی۔ یہ بات ہر کسی کے لئے حیرت انگیز ہے کیونکہ اب تک یہی دیکھا جاتا تھا کہ جب کوئی معاملہ پیچیدہ ہوتا ہے اور ملزم اس کے بارے میں پولیس کو کچھ نہیں بتاتا ہے تو پولیس حقیقت تک رسائی کے لئے برین میپنگ، لائی ڈیٹکٹر اور نارکو ٹیسٹ جیسے حربوں کا استعمال کرتی ہے۔ اب اگر یہی کام خود ملزم اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے کرنے کو کہے تو نہ صرف حیرت انگیز ہے، بلکہ اس کا طرز عمل ہی بہت کچھ حقیقت بیان کر رہا ہے اور یہ ظاہر کر رہا ہے کہ کون صحیح اور کون غلط ہے۔

۱۳ رمئی ۲۰۰۸ء کو جے پور میں سات دھماکے ہوئے تھے جن میں ۶۰ افراد ہلاک اور تقریباً ۱۵۰ افراد زخمی ہوئے تھے جب کہ راجستھان اے ٹی ایس نے شہباز کو ۲۰ رنومبر ۲۰۰۸ء کو گرفتار کیا تھا اور اس وقت سے وہ جیل میں نظر بند ہے۔ اے ٹی ایس اس کے خلاف عدالت میں چارج شیٹ تو داخل کر چکی ہے لیکن اس سے آگے کارروائی نہیں ہوئی ہے اور معاملہ کو معلق رکھ کر بلاوجہ طول دیا جا رہا ہے جس سے عاجز آ کر شہباز نے خود ہی دیگر کارروائیوں کے لئے پہل کی تاکہ اس کی بے گناہی جلد از جلد دنیا کے سامنے آسکے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے کہ شہباز نے اپنی عرضی میں کہا ہے کہ اگر نارکو ٹیسٹ میں اس کے خلاف کوئی ثبوت نکلتا ہے تو اسے اس کے خلاف ثبوت میں شامل کیا جاسکے گا اور پولیس پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ دیگر ملزمین کا نارکو ٹیسٹ کرانے کی کوشش کر رہی ہے لیکن اس کا نارکو ٹیسٹ نہیں کرا رہی ہے۔

شہباز نے حقائق کو سامنے لانے کے لئے جو پہل کی ہے وہ یقیناً کافی اہمیت کی حامل ہے۔ عموماً کوئی بھی ملزم اس طرح کا قدم نہیں اٹھاتا۔ شہباز کا یہ قدم پوری طرح ظاہر کر رہا ہے کہ اسے اپنی بے گناہی پر پورا یقین ہے، پولیس نے اسے غلط طریقے سے جھوٹے مقدمے میں پھنسایا ہے۔

ثبوتوں کے فقدان کے باعث پولیس آگے کی کارروائی نہیں کر رہی ہے اور معاملہ کو معلق چھوڑ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے اب شہباز ہی کو اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔ عدالت اس کی عرضی پر ۳۰ رمئی کو سماعت کرے گی اس کے بعد ہی اس کا فیصلہ آئے گا۔ فی الحال دیکھنا یہ ہے کہ پولیس شہباز کی اس پہل پر کیا کارروائی کرتی ہے۔

جہاں تک شہباز کے خلاف الزام کا تعلق ہے تو پولیس اپنے طور پر دعویٰ خواہ کچھ کرے، اس کی گرفتاری کے بعد ایک این جی او نے اس کی انکوائری کی تھی تو پولیس کے سارے الزامات کو فرضی بتایا تھا اور اپنی انکوائری کی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ وہ بے قصور ہے اور اسے جھوٹے مقدمے میں پھنسایا گیا ہے لیکن راجستھان اے ٹی ایس نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی اور وہ اپنے دعوے پر ابھی تک قائم ہے، اپنے دفاع کے لئے شہباز کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں ہے کہ وہ عدالت کے ذریعہ پولیس کو مجبور کرے کہ وہ اپنے دعوے کو یا تو ثابت کرے یا اس کی رہائی کی درخواست عدالت سے کرے۔ خواہ مخواہ معاملہ کو لٹکا کر اسے طول نہ دے۔ ہونا بھی یہی چاہئے۔ بم دھماکے کے کسی واقعہ کے بعد جب پولیس کسی کو گرفتار کرتی ہے تو اس وقت کئی دنوں تک پریس کے سامنے اس طرح بڑھ چڑھ کر دعوے کرتی ہے جیسے اس نے معاملہ کو حل کرنے میں بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی لیکن جیسے ہی معاملہ عدالت میں پہنچتا ہے اور ثبوت پیش کرنے کی بات آتی ہے تو ایسی خاموشی طاری ہوجاتی ہے جیسے کسی کو گرفتار ہی نہیں کیا گیا۔

کبھی پولیس تحویل میں تو کبھی عدالتی تحویل میں توسیع ہوتی رہتی ہے اور معاملہ اس قدر کھنچ جاتا ہے کہ لوگ اسے بھول جاتے ہیں۔ پھر بعد میں جب ملزمین کی بے گناہی ثابت ہوتی ہے اور وہ باعزت رہا ہوتے ہیں تو یہ چیز خبر بھی نہیں بن پاتی اور پولیس سے کوئی باز پرس بھی نہیں کرتا جیسا کہ حیدرآباد کے مکہ مسجد، لمبنی پارک اور گوکل چاٹ بھنڈار بم دھماکوں کے ملزمان کی باعزت رہائی میں سبھی نے دیکھا۔ ۱۱ رجولائی ۲۰۰۶ء کے ممبئی لوکل ٹرین بم دھماکوں کے سلسلہ میں گزشتہ دنوں ایک ملزم صادق شیخ کی رہائی عمل میں آئی۔ رامپور سی آر پی ایف کیمپ حملہ معاملہ کو کتنا عرصہ ہوگیا آج تک ملزمان کے خلاف چارج شیٹ داخل نہیں ہوسکی۔ معاملہ کو معلق رکھنے کے لئے عدالتی تحویل میں توسیع سے کام چلایا جا رہا ہے۔ جس کا پروانہ آسانی سے حاصل ہوجاتا ہے۔ ایسے حالات میں جب پولیس گرفتاری کے ذریعہ صرف سستی شہرت اور ترقی چاہتی ہے اور حکومت کچھ کرنا نہیں چاہتی تو شہباز نے جو طریقہ اپنایا ہے ملزمان کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں رہتا ہے۔ بم دھماکوں کے تمام معاملوں میں اس طرح کی اپیل ہونی چاہئے تاکہ پولیس کسی بے قصور کو گرفتار کر کے جھوٹے مقدمے میں پھنسانے سے پہلے دس بار سوچے کہ کہیں اس کی یہ چال الٹی نہ پڑ جائے۔ ●●

منفی نہیں مثبت تعمیری سوچ کی ضرورت ہے

امریکہ اور اسرائیل اور ان کے صلیبی صیہونی اور ہندوتوادی اتحادیوں کے مظالم، جبر و ستم اور دہشت گردی نے تمام مسلمانوں میں نہیں اور مکمل نہیں تاہم بہت سے مسلمانوں کے اندر بیداری، جرأت مندی خودداری اور ملی جذبہ پیدا کیا ہے مگر دیکھا یہ جا رہا ہے کہ یہ بیداری خودداری اور سب کچھ محض منفی شکل اختیار کئے ہوئے ہے۔ یہ نقصان دہ تو نہیں تاہم پوری طرح نتیجہ خیز مثبت تعمیری اور ترقیاتی بھی نہیں ہے۔

اسرائیل مخالف اور فلسطینیوں کے ساتھ ملی ہمدردی کا جذبہ رکھنے والوں نے ایک اپیل جاری کی ہے اور کچھ کمپنیوں کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طریقہ سے اسرائیل کو مستحکم کرتی ہیں ان کی معاونت سے اسرائیل کو فلسطین میں ظلم ڈھانے میں تقویت ملتی ہے آج ہی سے ان کمپنیوں کا بائیکاٹ کریں اور ان کی اشیاء کی خریداری بند کریں۔ ان اشیاء میں ایک فہرست ٹھنڈے مشروبات کی ہے چاکلیٹ، ٹافی، چائے، کافی، کاسمیٹک اشیاء کریم، ٹوتھ پیسٹ، صابن، شیمپو، فاسٹ فوڈ کپڑے، بنیان، ٹی شرٹ، جینز، کمپیوٹر، موبائل پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا کی ۱۹۰ اشیاء دی گئی ہیں لکھا ہے کہ مارکیٹ میں ان اشیاء کے بہتر اور مناسب متبادل موجود ہیں تھوڑی کوشش اور توجہ کی ضرورت ہے۔ آخر میں دردمندانہ انداز میں اپیل کی گئی ہے۔'' فلسطین میں قتل عام کے حصہ دار نہ بنیں۔''

یقینی امر ہے کہ نہ صرف فلسطین میں بلکہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں مسلمانوں کے خلاف ظلم و زیادتی اور دہشت گردی کا علانیہ مظاہرہ کرنے والوں کے ساتھ کسی بھی قسم کی ہمدردی، روابط اور خوشگوار کاروباری تعلقات کوئی باضمیر ملی درد و جذبہ کا حامل مسلمان نہیں رکھ سکتا۔ یوں بھی اللہ کا حکم ہے: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے اور میرے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔'' (الممتحنۃ:۱) اور جو لوگ بغیر حالت اضطرار کے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مضطر قرار دے کر مستثنیٰ کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص مجبور ہو بغیر اس کے گناہ کی طرف اس کا میلان ہو تو بیشک اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (المائدۃ:۳۰) اپنے اور اللہ کے دشمنوں سے ہاتھ ملانے میں ظاہر ہے وہ خود اپنے ساتھ دشمنی کرتے ہیں کہ دشمن کے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں وہ احمق اور نادان ہیں کہ جانتے بوجھتے دشمنوں کو تقویت پہنچاتے ہیں وہ بے ضمیر و بے کردار ہیں۔ ضمیر فروش، ملت فروش اور دین فروش ہیں۔ ہمارا مسئلہ ایسے لوگوں کا نہیں، ہمارے سامنے مسئلہ ان مضطر اور مجبور لوگوں کا ہے۔

اگرچہ مذکورہ بالا اشیاء کے استعمال کا سوال اس حالت اضطرار اور مجبوری کا بھی نہیں ہے جو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر وہ جذبہ اپنے اندر موجود ہو تو چودہ سو سال قبل والی سادگی اور فاقہ کشی کی زندگی بھی گزاری جاسکتی ہے۔ ان اشیاء کے استعمال کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔ ۷۰-۷۰ پیوند لگا سکتے ہیں۔ ۳-۳ دن فاقے کر سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے زیب و زینت کو حرام قرار نہیں دیا ہے بلکہ اس کو خود اپنی طرف منسوب کر کے زینت اللہ قرار دے کر تنبیہی انداز میں فرمایا ہے ''اللہ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمایا ہے اور جو پاکیزہ رزق کی حیثیت رکھتی ہیں؟'' اب اگر کوئی اس زینت اللہ اور طیبات من الرزق سے لطف اندوز ہونا چاہے تو اس کو روکا نہیں جاسکتا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو) تو کیوں دنیا کی بہترین اشیاء، طیبات من الرزق، نعمت رب، آلاء ربکما اور فضل اللہ کو استعمال کیا جائے۔

اس وقت دنیا بھر میں ۵۷ حکومتیں مسلمانوں کی ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے مالداروں میں سرفہرست مسلمان ہیں۔ دولت مند اور سرمایہ دار مسلمانوں کی تعداد کچھ کم نہیں ہے۔ دولت کے ذریعہ امریکہ دنیا بھر کے دماغوں کو خرید رہا ہے۔ اہل دماغ کو اچھے

باقی صفحہ ۸ پر

بلا تبصرہ

سری لنکا کی حکومت ایل ٹی ٹی ای کو ختم کرنے کے نام پر اب بے گناہ اور معصوم لوگوں کا خون بہا رہی ہے۔ یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ دیگر ممالک اس بہیمانہ کارروائی کو خاموش تماشائی بنے دیکھ رہے ہیں ۔۔۔ بے بس و مظلوم عوام کے خلاف بڑھتے ہوئے ان جرائم کے تئیں طاقتور ملکوں ۔۔۔ بشمول بھارت کے ۔۔۔ ''اندرونی معاملات'' کے بہانے دخل اندازی نہ کرنے کو زیادہ دنوں تک جائز نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ ہم راج پکسے انتظامیہ کو انتہا پسندی سے لڑنے کے نام پر اپنے ہی عوام کی مخالفت کی اجازت نہیں دے سکتے۔

ایم کے شیروانی لکھنؤ
ہندوستان ٹائمز، ۱۳ رمئی ۲۰۰۹ء

پولنگ کا یہ تناسب جمہوریت کیلئے نقصان دہ ہے

تقریباً ایک ماہ میں پانچ مرحلوں پر مشتمل لوک سبھا انتخابات ختم ہوگئے۔ ۱۶ راپریل کو شروع ہوئے انتخابات ۲۳ اور ۳۰ راپریل، ۷ اور ۱۳ رمئی کو ہوئے۔ انتخابی مہم کے دوران ہر سیاسی جماعت نے اپنی پوری توانائی صرف کی، رائے دہندگان کو لبھانے کے ساتھ ساتھ مخالف جماعتوں اور حریف سیاسی رہنماؤں کی ٹانگ کھینچنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کسی نے ذات پات کی سیاست کی تو کسی نے فرقہ وارانہ جذبات کو بھڑکا کر سماج کو تقسیم کرنے کی کوشش کی۔ ذاتیات پر حملے بھی خوب ہوئے۔ انتخابی مہم کا معیار بالکل گر گیا تھا۔ لایعنی چیزوں پر زیادہ توجہ دی گئی اور ملکی و عوامی مسائل میں دلچسپی کا مظاہرہ کم کیا گیا۔ جس کی وجہ سے رائے دہندگان نے بھی انتخابات میں اتنی دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کیا جتنی توقع الیکشن کمیشن کر رہا تھا۔ ووٹ کے تئیں عوام میں بیداری لانے اور رائے دہندگان کو پولنگ بوتھ پر پہنچانے کے لیے الیکشن کمیشن کی باقاعدہ مہم کے باوجود مجموعی طور پر ملک میں پولنگ کا تناسب ۲۰۰۴ء کے انتخابات سے کم ہی رہا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض ریاستوں خصوصاً تریپورہ، منی پور، لکشدیپ، سکم، پنجاب، پانڈیچری وغیرہ میں پولنگ کا تناسب پہلے سے زیادہ تھا۔ لیکن بڑی ریاستوں میں الیکشن کمیشن کو کافی مایوسی ہوئی۔ وہاں پہلے کی طرح پولنگ مراکز سے عوام کی دوری برقرار رہی۔ سات ریاستوں میں پولنگ کا تناسب پچاس فیصد تک بھی نہیں پہنچ سکا۔

بہرحال کل رائے دہندگان میں سے تقریباً ۵۷ فیصد نے اگلی حکومت کا فیصلہ کر دیا۔ نصف رائے دہندگان کو اس سے کوئی مطلب ہی نہیں رہا کہ کون سی پارٹی جیتے گی اور کس کی حکومت بنے گی۔ انتخابات تو ختم ہوگئے لیکن سیاسی پارٹیوں کی مہم ختم نہیں ہوئی۔ مخلوط حکومت کے اس دور میں ان کی اصل آزمائش نتائج نکلنے کے بعد ہوگی جب وہ حکومت سازی کے لیے جوڑ توڑ کا کام کریں گے۔ جتنی توانائی وہ عوام سے ووٹ حاصل کرنے پر صرف کر چکے ہیں اس سے کہیں زیادہ محنت انہیں اب سیاسی پارٹیوں کو اپنے ساتھ کرنے اور ان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے کرنی پڑے گی۔

لوک سبھا انتخابات سے یہ تو ظاہر ہوگیا کہ جس طرح سیاسی پارٹیوں کو عوامی اور ملکی مسائل میں دلچسپی کم رہی، اسی طرح رائے دہندگان نے بھی ووٹنگ میں دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ورنہ اتنی کم پولنگ نہ ہوتی۔ یہ اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ جیسے جیسے ملک آگے بڑھ رہا ہے ملکی سیاست اپنے راستے سے بھٹکتی جا رہی ہے۔ سیاسی پارٹیوں کا عوام سے ربط کم ہو رہا ہے اور وہ ان کے مسائل کو بھی سنجیدگی سے نہیں لے رہے ہیں۔ یہ صورت حال کافی تشویشناک ہے اور ملک کے لیے نقصاندہ ہے۔ اگر اس پر فوری توجہ نہیں دی گئی تو اس کے خطرناک نتائج نکلیں گے۔ ●●

خبر و نظر

طالبان، طالبان، طالبان

طالبان۔ معمولی اردو داں بھی جانتا ہے کہ یہ ''طالب'' کی پشتو جمع ہے۔ جیسے عربی میں طلباء، طلبہ، فارسی میں دانش جویاں، انگریزی میں اسٹوڈینٹس یا ہندی میں ودیارتھی۔ ان سب کا مطلب ہے علم حاصل کرنے والے۔ لیکن آج کل یہ لفظ ایک خاص مفہوم میں بولا اور سنا جا رہا ہے۔ ''سفاک اور ظالم مسلمان''، جنونی، پسماندہ ذہنیت کے علماء، اور سب سے بڑھ کر ''اسلامی دہشت گرد''۔ لیکن اس بحث سے پہلے کہ لفظ طالبان کو یہ مفہوم کس نے اور کیوں دیا، آیئے دیکھیں کہ طالبان کون تھے اور یہ لفظ چلا کہاں سے۔ قصہ یہ ہوا کہ افغانستان پر سوویت یونین کے قبضے کے خاتمے کے بعد جب وہاں آزاد حکومت کی تشکیل کا سوال آیا تو وہ مسلم تنظیمیں، جنہوں نے سوویت یونین کے خلاف جہاد چھیڑ کر اسے بھاگنے پر مجبور کیا تھا، آپس میں دست و گریباں ہوگئیں۔ امریکہ، جس نے اپنی غرض کے لیے اور اپنے ایجنڈے کے تحت ان تنظیموں کی بھرپور مدد مال اور اسلحہ سے کی تھی، پریشان تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہاں اسلام پسندوں کی کوئی مضبوط حکومت قائم ہو۔ گلبدین حکمت یار کی حزب اسلامی کی حکومت تو اسے ہرگز منظور نہیں تھی۔ ایک بار اس نے پاکستان، ایران اور سعودی عرب کی سرگرم مدد سے ایسی حکومت کا نقشہ تیار کر کے اسے منظور بھی کرا لیا تھا جس میں حزب اسلامی شامل نہیں تھی۔ لیکن وہ چلی نہیں۔ تینوں مسلم ملکوں نے بھی امریکی عزائم کو بھانپ لیا تھا۔

اس وقت کا امریکی موقف

تنظیموں کی یہ باہمی کشمکش جاری ہی تھی کہ اچانک طالبان کا نام سنا جانے لگا۔ یہ لوگ دینی مدارس کے اساتذہ اور بالائی درجات کے طلباء تھے، اور جلال آباد سے اٹھے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے افغانستان کے بڑے حصے پر چھا گئے۔ حیرت انگیز طور پر امریکہ نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ بلکہ طالبان کے اقتدار کو عملاً قبول کرلیا۔ امریکہ کے اس موقف کا عقدہ بعد میں یوں کھلا کہ اس کے خیال میں طالبان غیر منظم، ناتجربہ کار اور جذباتی لوگ ہیں، اپنی حرکات کی بنا پر جلد ہی بکھر جائیں گے۔ مگر امریکی اندازہ غلط ثابت ہوا۔ طالبان روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتے جا رہے تھے۔ اب امریکہ پریشان ہوگیا۔ پریشانی دو باتوں کی تھی۔ ایک تو طالبان کی حکومت شرعی قوانین کے نفاذ کے ذریعے اُن سنگین اور روایتی جرائم پر قابو پانے میں کامیاب ہو رہی تھی، جو افغانستان کے اکثر قبائلی علاقوں میں عام تھے۔ دوسرے طالبان نے پوست کی تمام کاشت تباہ کر کے اس کی آئندہ پیداوار ختم کر دی تھی۔ منشیات کا یہ کاروبار جرائم پیشہ قبائلیوں کا بہت بڑا کاروبار تھا مگر اس سے اصل فائدہ مغربی ملکوں کے تاجروں اور اسمگلروں کو تھا، جو اربوں ڈالر سالانہ کماتے تھے۔ اس لئے امریکہ نے اپنے ۱۱ ستمبر کے آپریشن کے بعد بن لادن کی سپردگی کو بہانہ بنا کر افغانستان پر فوج کشی کر دی۔ طالبان کو ایک سپر پاور سے ٹکرانے کا انجام معلوم تھا، لیکن وہ جدید تاریخ اقوام کی پہلی حکومت تھی جس نے میدان جنگ میں شکست کھانا قبول کرلیا مگر ایک ظالم و جابر طاقت کا بے جا مطالبہ منظور نہیں کیا۔

کردار کشی کا مقصد

امریکی جارحیت کے بعد ایک عرصے تک خاموشی رہی لیکن اس دوران امریکہ طالبان کو بدنام کرنے کی زوردار مہم چلاتا رہا۔ مگر اب طالبان، افغانستان کے طالبان نہیں بلکہ وہ تمام باعمل، باوضع اور غیرت مند مسلمان ہیں جو اسلامی نظام حیات کو دنیا کا بہترین نظام حیات سمجھتے ہیں۔ کردار کشی کی اس مہم میں امریکہ کے پرانے حلیف اور نئے وفادار بھی اس کا ساتھ دیتے آرہے ہیں۔ دنیا بھر میں دینی مدارس کو خاص طور سے نشانہ بنایا گیا۔ افغان طالبان سے ملتے جلتے لوگ چونکہ پاکستان کے صوبہ سرحد اور شمالی قبائلی علاقوں میں بھی موجود ہیں اس لئے امریکہ نے انہیں ختم کرنے کے لئے اب پاک افغان سرحد کو اپنا باقاعدہ اڈا بنا لیا ہے۔ بڑی تعداد میں امریکی فوج وہاں موجود ہے جس میں، بعید نہیں کہ سی آئی اے اور موساد کے ایجنٹ بھی ہوں۔ یہ امریکی و اسرائیلی ایجنٹ پاکستانی علاقوں میں بلا روک ٹوک پھرتے ہیں جس کی وجہ سے وہاں جرائم کی صورت حال سنگین ہوگئی تھی۔ اسی لئے تحریک نفاذ شریعت محمدیؐ کے سربراہ صوفی محمد اور ان کے ساتھیوں کا مطالبہ تھا کہ سوات میں قوانین شریعت نافذ کئے جائیں۔ چنانچہ صوبہ سرحد اور وفاقی حکومت کے ساتھ مفاہمت کے بعد نظام عدل ریگولیشن جاری ہوا۔ اس کے بعد جرائم میں تیزی سے کمی آرہی تھی، عوام میں تحفظ کا احساس پیدا ہو رہا تھا۔ یہ بات امریکی اندیشوں کے مطابق تھی اس لئے اس نے اپنے پہلے دن کے اعلان کے مطابق معاہدہ توڑنے کے لئے اپنی وفادار حکومت پاکستان سے ایسے اقدامات کروائے کہ معاہدہ عملاً ختم ہوگیا۔

اصل ہدف کون ہے؟

اس وقت صورت یہ ہے کہ سوات اور دوسرے قبائلی اور سرحدی علاقوں کے دیندار لوگ پاکستان میں امریکی ریشہ دوانیوں اور پاکستانی حکومت کی امریکہ نوازی کے خلاف مہم چلا رہے ہیں۔ ان میں وہ جرائم پیشہ لوگ بھی شامل ہوگئے ہیں، جن کے خلاف صوفی محمد کارروائی چاہتے تھے۔ ان سب کو دنیا طالبان کہہ رہی ہے جب کہ وہ خود کو طالبان نہیں کہتے۔ کچھ لوگ ہیں جو طالبان کے نام سے جانے جاتے ہیں لیکن سب نہیں ہیں۔ ان سب کو طالبان کا نام دے کر بدنام کرنے کی سازش امریکہ کی ہے۔ کیونکہ 'طالبان' کے نام سے امریکہ نے اپنا ایک نیا فرضی دشمن وضع کرلیا ہے۔ آج ''طالبان'' کا لفظ ایک گالی اور ایک علامت بن گیا ہے۔ ان لوگوں کو امریکہ نے پہلے بمباری کر کے خود مارنے کی کوشش کی، مگر اب حکمت عملی بدل دی ہے۔ اب یہ کام وہ پاکستان کی حکومت سے لے رہا ہے۔ اس کام کے لئے اسے خطیر رقم دی ہے۔ ادھر امریکہ کے وفادار ''صدر پاکستان'' نے بھی اعلان کر دیا ہے کہ طالبان پاکستان کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہیں اور ان کے خلاف فوجی کارروائی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک ان کا صفایا نہیں ہوجاتا۔ لیکن ظاہر ہے کہ کسی دشمن کو ختم کرنے کے لئے پہلے اسے بدنام کرنا ضروری ہے۔ اس لئے ان کے تعلق سے طرح طرح کی خبریں پھیلائی جارہی ہیں۔ ہوسکتا ہے ان میں کچھ ان کی بھی نادانیاں ہوں لیکن یاد رہنا چاہئے کہ امریکہ کا آخری ہدف دنیا کے تمام دیندار اور غیور مسلمان ہیں۔ آغاز پاکستان کے قبائلی علاقوں سے ہوا ہے۔ (پ ر)

دارفور میں ہلاکتوں سے انکار

خرطوم۔ سوڈان کے صدر عمر البشیر نے کہا ہے کہ دارفور میں ان کی فوج نے شہریوں کو نشانہ نہیں بنایا ہے اور اس بابت تمام خبریں ان کی حکومت کے خلاف ایک سازش کا حصہ ہیں۔ سوڈانی صدر نے بی بی سی کے ٹیلی ویژن پروگرام ''ہارڈ ٹاک'' کے دوران کہا کہ میں کسی کو بھی چیلنج کرتا ہوں کہ وہ مجھے ایسے شواہد لا کر دکھائے جن سے یہ ثابت ہوسکے کہ دارفور میں سوڈان کے فوجیوں نے شہریوں کو نشانہ بنایا۔ ان کا کہنا تھا کہ دارفور میں اصل صورتحال یہ تھی کہ وہاں حکومت کو مزاحمت کا سامنا تھا اور حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ایسی مزاحمت اور اس میں شامل باغی عناصر سے نمٹے، ہم نے کبھی اپنے شہریوں کو نہ تو نشانہ بنایا اور نہ مارا البتہ باغیوں نے شہریوں کو انسانی ڈھال بنا کر استعمال کیا، اقوام متحدہ کے اندازوں کے مطابق ۲۰۰۳ء سے جاری لڑائی میں وہاں اب تک تین لاکھ لوگ مارے جاچکے ہیں جب کہ سوڈانی صدر اس سے انکار کرتے ہیں۔ بہرحال ہیگ کی بین الاقوامی عدالت نے صدر بشیر کو جنگی جرائم میں ملوث قرار دے کر ان کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کئے ہیں جب کہ سوڈان اس عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔

بوسنیا میں پھر باقیات کی شناخت

براتونک۔ حسب سابق اس سال بھی بوسنیائی مسلمانوں نے براتونک میں جمع ہو کر اجتماعی قبروں سے ۳۳ لوگوں کی باقیات نکال کر ان کی شناخت کے بعد دفن کر دیا۔ بوسنیا سربوں نے ۹۵-۱۹۹۲ء کی جنگ میں وہاں ۶۰۰ سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا۔ ویسے سربوں نے سب سے زیادہ آٹھ ہزار مسلمانوں کا قتل سربرینکا میں کیا تھا۔ اسے دوسری عالمی جنگ کے بعد یورپ میں سب سے ظالمانہ واقعہ قرار دیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کی بین الاقوامی عدالت اس معاملہ میں اب تک سات بوسنیائی سربوں کو سزا سنا چکی ہے اور ۹ پر مقدمہ چل رہا ہے جب کہ بوسنیائی جنگی جرائم کی عدالت ۱۱ کو سزا سنا چکی ہے اور ۸ پر مقدمہ چل رہا ہے۔ بوسنیائی جنگ میں مجموعی طور پر ایک لاکھ لوگ مارے گئے تھے جن میں بیشتر بوسنیائی مسلمان تھے۔

پوپ بینڈکٹ کا دورہ فلسطین

بیت اللحم۔ پوپ بینڈکٹ نے مغربی کنارے کا دورہ کیا اور آزاد فلسطین کے ساتھ اسرائیل کے قیام کے تئیں ویٹی کن سٹی کی حمایت کا اعادہ کیا۔ بیت اللحم میں اپنی تقریر کے دوران پوپ نے کہا کہ وہ عرب۔ اسرائیل تنازعہ کے پائیدار حل کے لئے دو قومی نظریہ کی حمایت کرتے ہیں جسے مغرب کی حمایت بھی حاصل ہے لیکن اسرائیل اس نظریہ کو تسلیم نہیں کرتا۔ انہوں نے گزشتہ جنوری میں غزہ میں بے گناہ فلسطینیوں کی ہلاکت پر تشویش ظاہر کی۔

اسرائیل اپنی پالیسی تبدیل کرے

اقوام متحدہ۔ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل بان کی مون نے خلیجی ممالک کے معاملہ پر سلامتی کونسل کی وزارتی سطح کی میٹنگ میں اسرائیل سے کہا کہ وہ اپنی پالیسیوں میں بنیادی تبدیلیاں لائے اور اسرائیل۔ فلسطین تنازعہ پر دو قومی نظریہ کی پابندی کرے۔ اسرائیل نے اس میٹنگ کا بائیکاٹ کیا تھا۔ مسٹر مون نے کہا کہ فلسطینی اب بھی مشرقی یروشلم اور مغربی کنارے میں اسرائیل کی یکطرفہ کارروائی جھیل رہے ہیں۔

افغانستان میں نیا امریکی کمانڈر

واشنگٹن۔ امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس نے افغانستان میں اعلیٰ ترین امریکی کمانڈر جنرل ڈیوڈ میکلرنن کو یہ کہہ کر سبکدوش کر دیا کہ طالبان کے خلاف جنگ کے لئے نئی سوچ کی ضرورت ہے۔ نیا کمانڈر اسٹینلی میکرسٹل کو بنایا گیا ہے۔

برہانپور کا تابناک ماضی

شفیق الایمان ہاشمی

برہان پور ریاست مدھیہ پردیش کا ایک تاریخی شہر ہے۔ ہندوستان کے وسط میں واقع ہونے کی وجہ سے اسے قلب کی حیثیت حاصل رہی اور یہ عرصہ دراز تک حملہ آور بادشاہوں کی گزرگاہ بنا رہا۔ اس کا سب سے زیادہ سنہرا دور وہ ہے جب یہاں عادل شاہ فاروقی (۹۷۵ھ) کی حکومت تھی۔ اس کے دور اقتدار میں علم اور تصوف کو بہت فروغ ملا۔ شہر کی عدیم المثال جامع مسجد اسی کے دور کی یادگار ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے شہر کے وسط میں بنایا گیا ہے۔ نیچے سے اوپر تک کالے پتھروں کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ مسجد سنگ تراشی اور انجینئرنگ کا اعلیٰ نمونہ پیش کرنے کے ساتھ مسلم عہد کے ذوق جمال اور عروج وکمال کی کہانی بھی سناتی ہے۔ اس مسجد کو دیکھ کر اس دور کی صناعی پر رشک آتا ہے اور صناعوں کی ذہانت و فطانت کی داد دینی پڑتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پوری مسجد میں کہیں جوڑ نظر نہیں آتا۔ بلاشبہ یہ مسجد فن تعمیر کا شاہکار ہے۔ جو صناعی و کاریگری کا کامل نمونہ لئے آج بھی شہر کے بیچوں بیچ کھڑی ہے۔ مغربی سیاح اسے دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔

قلعہ اسیر گڑھ

شہر سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک قلعہ ہے جسے ابتداء میں باغیوں اور قیدیوں کے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔ بعد میں وہ پھیلتے پھیلتے ایک مستقل شہر بن گیا۔ یہ قلعہ بھی عادل شاہی عہد حکومت کی یادگار ہے۔ اس قلعہ کی بہت سی چیزیں قابل دید ہیں۔ مثلاً بیگمات کا محل، شاہی مسجد (جو بڑی مسجد کی ہوبہو نقل ہے، سنگ سیاہ سے تعمیر کی گئی ہے)، ماموں بھانجے کا تالاب، پھانسی گھر، شکار خانہ، ہندو بیگمات کا مندر، عیسائیوں کا چرچ اور قدیم قبرستان۔ اس قلعے پر بیک وقت تین تہذیبوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ قدیم قبرستان میں آویزاں تختیاں دیکھ کر اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ قلعہ اسیر گڑھ کی تعمیر چونکہ قیدیوں ہی کو ذہن میں رکھ کر کی گئی تھی اس لئے اس قلعے پر ایک مکمل شہر آباد ہو جانے اور امراء و روٴسا کے بود و باش اختیار کر لینے کے باوجود اس کا نام ''اسیر گڑھ'' ہی رہا۔ اس نام سے ایک گاؤں بھی آباد ہے اور قریب ہی اسی نام کا ایک ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ گاؤں قلعہ کے نشیب میں واقع ہے۔ ایک چھوٹی سی مسجد وہاں بھی بنی ہوئی ہے۔

تاریخی آثار کی کثرت

ایک قلعہ اسیر گڑھ اور مسجد جامع ہی کیا، یہاں اور بھی بہت سی تاریخی عمارتیں ہیں جو مسلم دور حکومت کی یادگار ہیں۔ مثلاً شاہ جہانی حمام، آہو خانہ (شکار گاہ) عبدالرحیم خان خاناں کی نہر، راجہ جے سنگھ کی چھتری، مقبرہ شاہ نواز خاں، کالی مسجد، محل گل آراء، بی بی کی مسجد، راجہ راؤ رتن کا محل، ہندوؤں کے عظیم الشان مندر، سکھوں کے گرودوارے، قدیم مقبرے اور خانقاہیں یا خانقاہوں کے آثار۔

خود جامع مسجد بھی انجینئرنگ اور سنگ تراشی کا زندہ شاہکار ہے۔ جسے دیکھنے کے لئے ایک آرکیٹیکٹ یا انجینئر کی نگاہ درکار ہوگی۔ اسی کے ساتھ وہ ہندو، مسلم یکجہتی کی منھ بولتی تصویر اور صدیوں پر محیط اعلیٰ انسانی روایات کی امین بھی ہے۔ اس مسجد کے اندر محراب کے دونوں جانب (دائیں بائیں کمانوں میں) بڑے حروف میں لکھی سنسکرت کی عبارتیں آج بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ جو ہمیں بتاتی ہیں کہ ہندوستان میں جب مسلمانوں کو عروج حاصل تھا عوام میں (خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان) سنسکرت اسی طرح بولی اور سمجھی جاتی تھی جس طرح آج کے دور میں اردو یا ہندی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ کم از کم فاروقی عہد کے بارے میں ہم یہ بات وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں میں مشترکہ طور پر رابطے کی زبان سنسکرت تھی۔

برہان پور کی وجہ تسمیہ

یہ شہر اپنے آغاز ہی سے اہل علم، محدثین، فقہاء، ادباء، شعراء اور درویشوں کا منبع و مرکز رہا ہے۔ اس کا ایک بین ثبوت یہ بھی ہے کہ اس شہر کا انتساب ایک صوفی بزرگ برہان الدین غریب کی طرف ہے۔ وہ حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔ ان کا اصل نام برہان الدین ہے۔ غریب عرفیت تھی۔ وہ اتنے نادار و مفلس تھے کہ ان کا لقب ہی غریب پڑ گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں گئے اور اپنی عسرت و تنگ دستی کی کہانی سنانے کے بعد عرض کیا کہ ''حضرت! آپ ہمیں علم کیمیا سکھا دیں۔ تاکہ ہمارے بھی دن پلٹ آئیں''۔ نظام الدین اولیاء اس وقت کچھ نہیں بولے۔ چند دن ہی گزرے، ایک دن ان سے کہا کہ ''برہان الدین! جاؤ، کہیں سے استنجاء کرنے کے لئے مٹی کے ڈھیلے لے آؤ''۔ جمنا کے کنارے بہت سے کھیت تھے۔ چاروں طرف مٹی ہی مٹی تھی۔ لیکن اللہ کا کرنا کچھ ایسا ہوا کہ جو ڈھیلا بھی ان کے ہاتھ میں آتا، سونا بن جاتا۔ انھوں نے کئی ڈھیلے اٹھائے لیکن ہر بار یہی ہوا جس ڈھیلے کو بھی چھوا وہ سونا بن گیا۔ چار و ناچار حضرت کی بارگاہ میں آ کر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ''برہان الدین ایسا علم (کیمیا) سیکھنے سے کیا فائدہ جو ایک استنجاء کا ڈھیلا بھی نہ دلا سکے''۔ اتنا سننا تھا کہ برہان الدین کے دل کی دنیا بدل گئی۔ انھوں نے کیمیا سیکھنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنی موجودہ حالت پر قانع ہو کر صبر و شکر کی زندگی گزارنے لگے۔ بعد کو اللہ تعالیٰ نے رزق میں اتنی کشادگی عطا فرمائی کہ ان کے طفیل خاندان کے خاندان پلنے لگے۔ شہر برہان پور انھی کے نام سے آباد ہے۔

فاروقی عہد کی سرائے

برہان پور کی قدیم تاریخ اور تاریخی آثار ہمیں بتاتے ہیں کہ یہاں کے امراء و سلاطین کو علماء و مشائخ سے بڑی عقیدت تھی۔ خود عادل شاہ فاروقی، جس کا عہد حکومت دسویں صدی ہجری بتایا جاتا ہے، گجرات سے آئے بزرگ شیخ عبدالرحیم کپڑونجی کے حلقہٴ ارادت میں شامل تھا۔ اس نے اپنے پیر و مرشد (عبدالرحیم کپڑونجی) کے لئے ایک سرائے بنوائی تھی۔ اس سرائے میں ۹۲ کمانیں تھیں۔ جن کو کمروں یا حجروں کا روپ دیدیا گیا تھا۔ یہ سرائے اب بھی موجود ہے۔ اس میں ایک دینی مدرسہ قائم ہے۔ مذکورہ سرائے کے شمال میں ایک قبرستان ہے جس کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں لگ بھگ چالیس محدثین کی قبریں ہیں۔ فقہ اکیڈمی کا سترہواں سیمینار ۳۰ر جولائی ۲۰۰۸ء کو اسی سرائے میں ہوا تھا۔ اس کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ''اس سرائے کے شمالی حصے میں ایک قبرستان ہے جس کے بارے میں تاریخی ثبوت پائے جاتے ہیں کہ یہاں تقریباً چالیس محدثین آسودہ خواب ہیں۔ جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ شہر ماضی میں علم وفن اور تفسیر و حدیث کا کتنا زبردست گہوارہ تھا''۔

فضل وکمال کا گہوارہ

برہان پور میں رقم ہونے والی علم وفن کی تاریخ کو پھیلا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں کی خاک سے ہزاروں علماء، فقہاء، محدثین اور اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔ اس سرزمین پر بے شمار علمی کارنامے انجام دیئے گئے''۔ ''فتاویٰ عالم گیری'' کے نام سے مشہور فتاویٰ ہندیہ کی ترتیب و تدوین اسی شہر میں ہوئی۔ شہرہ آفاق محدث شیخ علی متقی کی کتاب ''کنزالاعمال'' (چالیس جلدوں میں) اسی شہر میں لکھی گئی۔ جسے حدیث کا انسائیکلو پیڈیا کہا گیا۔ علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ''ساری دنیا کے علم پر جلال الدین سیوطی کا احسان ہے''۔ اور خود جلال الدین سیوطی پر شیخ علی متقی کا۔ اوپر جس ادارہ (دینی مدرسہ) کا ذکر کیا گیا وہ شیخ علی متقی ہی سے منسوب ہے۔ جو شیخ عبدالرحیم کپڑونجی کی سرائے میں اپریل ۱۹۹۶ء سے قائم ہے۔ شیخ عبدالرحیم کپڑونجی کی اس رائے کے علاوہ بھی بہت سی سرائیں یہاں پائی جاتی ہیں جو برہانپور کی گم شدہ عظمت کا پتہ دے رہی ہیں اور نئی نسل کے لوگوں کو بیتے دنوں کا آئینہ دکھا رہی ہیں۔

شیخ علی متقی اور برہان پور

''کنزالاعمال'' احادیث کا سب سے بڑا ذخیرہ سمجھی جاتی ہے۔ اس کے مرتب شیخ علی متقی ۸۸۵ھ مطابق ۱۴۸۰ء میں یہیں پیدا ہوئے۔ البتہ ان کی وفات ۹۷۵ھ مطابق ۱۵۷۰ء میں مکہ معظمہ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ عبدالرحیم کپڑونجی کی مذکورہ بالا سرائے میں شیخ علی متقی کی خانقاہ تھی۔ کنزالاعمال کے علاوہ بھی کئی کتابیں حدیث اور اخلاقیات کے موضوع پر ان سے منسوب ہیں جن میں ''جوامع الکلم'' زیادہ مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا قلمی نسخہ خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری (پٹنہ) میں موجود ہے۔

شیخ علی متقی کے شاگرد

شیخ علی متقی کے دور میں برہان پور علم وفن اور فضل وکمال کا گہوارہ تھا۔ لوگ دور دور سے اپنی علمی تشنگی بجھانے برہان پور آتے تھے۔ شیخ علی متقی سے کسب فیض کرنے والوں کی تعداد بے شمار ہے۔ ہندوستان میں علم حدیث کا سلسلہ، ظاہر ہے، علی متقی ہی سے چلا۔ پھر ان کے شاگردوں کو انگلیوں پر کیسے گنا جاسکتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شیخ محمد طاہر پٹنی جیسے محدثین آپ کے تلامذہ میں ہیں۔ اسی طرح شیخ محمد بن فضل اللہ جو اتباع سنت کی وجہ سے نائب رسولؐ کہے جاتے تھے، اور ابو محمد عارفی جیسے مشائخ بھی آپ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کرتے تھے۔ خود سلطان محمد ثانی آپ کا باضابطہ مرید تھا۔ قیام مکہ کے زمانے میں آپ کے اخراجات اسی نے ادا کئے۔ شیخ علی متقی کے ایک اور شاگرد فن حدیث میں اونچا مقام رکھتے تھے۔ تذکرۃ المحدثین میں ان کا نام شیخ عبدالوہاب متقی بتایا گیا ہے۔

اوپر کی سطروں میں جن قدسی صفات بزرگوں کا تذکرہ کیا گیا ان کے علاوہ بھی کئی ایسی ہستیاں ہیں جن کی قدم بوسی کا اس سرزمین کو شرف حاصل رہا۔ بلکہ وہ یہیں کے ہو رہے اور ان کی آخری آرام گاہ بھی یہیں بنی۔ مثال کے طور پر شیخ طاہر بن یوسف، جن کو تیس ہزار حدیثیں یاد تھیں اور انھوں نے ''المواھب الدینیہ'' کا اختصار ''منتخب المواھب الدینیہ'' کے نام سے تیار کیا تھا۔ اسی طرح شاہ عیسیٰ جنداللہ یہاں کے اہل اللہ میں کافی نمایاں ہیں۔ وہ محدث بھی تھے۔ ان کے استاذ شیخ عثمان نے ''توضیح'' کے نام سے صحیح بخاری کی شرح لکھی تھی۔ ایک دوسرے استاذ شیخ محمد طیب نے سنن ترمذی کی شرح لکھی۔ اور خود عیسیٰ جنداللہ کی علمی قابلیت اور روحانی بصیرت کا یہ عالم تھا کہ انہیں ''مسیح الاولیاء'' کے لقب سے یاد کیا گیا۔ ان کی شخصیت علوم ظاہری و باطنی کا ''مجمع البحرین'' تھی۔ انہیں علم حدیث میں عبور حاصل تھا۔

حدیث پاک کی تعلیم و تدریس کا ان کا اپنا انداز تھا۔ ان کے بے شمار تلامذہ ملک کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی کئی واسطوں سے ان کے شاگرد ہوتے ہیں۔ یہ ہے ''علم حدیث اور برہان پور'' کے تعلق سے دسویں صدی ہجری کا منظرنامہ۔

فتاویٰ عالم گیری کی تدوین:

فتاویٰ عالم گیری کے نام سے مشہور ''فتاویٰ ہندیہ'' کی تالیف کا کام اسی شہر میں انجام پایا تھا۔ دراصل اورنگ زیب عالم گیر نے اس کیلئے علماء کی ایک کمیٹی بنائی تھی۔ اس کمیٹی کے سربراہ حضرت ملا نظام الدین تھے۔ جن کا تعلق اسی شہر (برہان پور) سے تھا۔

دیگر علوم وفنون

قدیم علمائے برہان پور میں مولانا نصیر الدین المعروف بہ عبیداللہ کو بھی نمایاں مقام حاصل ہے۔ انہیں علم تفسیر میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ ان کی تفسیر قرآن ''التیسیر فی مھمات التفسیر'' کا شمار اہم ترین کتابوں میں ہوتا ہے۔ لیکن وہ اب تک شائع نہیں ہوسکی ہے۔ اس کا مخطوطہ ممکن ہے رام پور رضا لائبریری یا خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری (پٹنہ) میں محفوظ ہو۔ اسی طرح شیخ عیسیٰ جنداللہ کو علم حدیث کے ساتھ علم تفسیر سے بھی شغف تھا۔ انھوں نے ''احواء الاسرار'' کے نام سے قرآن کریم کی تفسیر لکھی جو غالباً تصوف کے رنگ میں تھی۔ نحو میں بھی ان کی ایک کتاب کا ذکر ملتا ہے۔ جو ''تتمیم شرح مائۃ عامل'' کے نام سے جانی جاتی ہے۔ صوفیانہ رنگ میں لکھی گئی کتابوں میں سید محمد ہاشم کشمی کی بھی ایک کتاب بہت مقبول ہوئی۔ ان کے علاوہ نائب رسول شیخ محمد ابن فضل اللہ کی کتاب ''التحفۃ المرسلۃ الی النبی'' بھی کافی مشہور ہے۔ جو وحدت الوجود کے مسئلے پر رقم کی گئی تھی۔ اس کی شرح شیخ ابراہیم کردی مدنی نے لکھی تھی۔ دونوں کتابیں نایاب ہیں۔ ایک وہ تھے جو کتابوں پر کتابیں لکھ گئے۔ ایک ہم ہیں کہ انہیں محفوظ تک نہ کر سکے۔

اسلامی علوم اور امراء وسلاطین

بلاشبہ یہ شہر طویل مدت تک اسلامی علوم وفنون کا مرکز رہا۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے استاذ مولانا عبداللطیف باقوی کا تعلق بھی اسی شہر سے تھا۔ شہزادہ اعظم بن عالم گیر کے اتالیق ملا قطب علیہ الرحمہ اس شہر کے رہنے والے تھے۔ اسی طرح قاضی نصیر الدین بھی اسی شہر سے تعلق رکھتے تھے جن کے علم کا شہرہ پورے ہندوستان میں تھا۔ مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر اور والیٴ دکن سلطان ابراہیم عادل شاہ تک ان کے عقیدت مندوں میں تھے اور سلطان محمد ثانی تو باضابطہ طور پر شیخ علی متقی کا مرید تھا۔ ان کے قیام مکہ کے تمام تر مصارف اسی نے برداشت کئے۔

مدارس اور لائبریریاں

علم اور تصوف، آج دو الگ الگ پٹریوں پر چلتے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن دور قدیم میں ایسا نہیں تھا۔ علم اور تصوف کا چولی دامن کا ساتھ تھا۔ اس دور کے صوفیاء و مشائخ علم کا سمندر ہوتے تھے۔ خود برہان پور اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ یہاں علم اور تصوف کے چراغ ساتھ ساتھ جلے۔ اسی لئے یہ شہر مساجد اور خانقاہوں کی کثرت کے ساتھ مدارس کی کثرت میں بھی ممتاز تھا۔ ملکہ رقیہ جو ہمایوں عادل شاہ کی ملکہ اور جعفر شاہ گجراتی کی صاحبزادی تھیں، انھوں نے ایک مسجد (بی بی کی مسجد) تعمیر کرائی تو اس میں مدرسہ بھی قائم کیا۔ خود شاہ عیسیٰ جنداللہ کا بھی ایک بڑا مدرسہ تھا۔ جہاں حصول علم کے لئے دور دور سے طلباء آتے تھے۔ اسی طرح ایک بزرگ تھے شکر محمد عارف باللہ۔ ان کی صاحبزادی بی راستی بڑی دیندار، متقی، پرہیزگار اور صاحب علم خاتون تھیں۔ اکابر علماء تک ان سے رجوع ہوتے تھے۔ ان کی رہائش گاہ کسی مدرسے یا اسکول سے کم نہ تھی۔ یہاں کئی ذاتی کتب خانے بھی تھے۔ جن میں حرمین شریفین اور دیگر اسلامی ممالک سے کتابیں منگا کر رکھی گئی تھیں۔ عجب نہیں کہ یہاں کے قدیم گھرانوں میں اب بھی ان کتب خانوں کی باقیات موجود ہوں۔ تاریخ کے طالب علموں کے لئے یہ بہرحال دلچسپی کا موضوع ہے۔

شعروادب

اس شہر نے ایک طرف اگر اسلامی علوم وفنون کی آبیاری کی تو دوسری طرف شعر وادب کی بھی سرپرستی کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ شہر طویل عرصے تک شعر وادب کا گہوارہ رہا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اردو شاعری کا آغاز اسی شہر سے ہوا تو شاید غلط نہ ہوگا۔ ولی دکنی کو اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر قرار دیا جاتا ہے۔ جبکہ ولی دکنی سے بھی قبل (تقریباً دو سو سال پہلے) یہاں کے صوفی شاعر شاہ بہاء الدین باجن نے اپنے یہاں شاعری کی بساط سجا رکھی تھی۔ وہ فارسی اور ہندی کے ملے جلے اشعار کہتے تھے۔ مثال کے طور پر ان کا یہ شعر دیکھئے:

باجن جب لگ ہے یہ دم
تب لگ قائم رہے قدم

یہاں ایک اور مشہور شاعر گزرے ہیں، سعداللہ گلشن۔ جن کا دیوان ایک لاکھ سے زیادہ اشعار پر مشتمل تھا۔ یہ بات سچ ہے کہ اردو اور شعر وادب 'بالخصوص شاعری' کو ولی دکنی سے فروغ ملا۔ لیکن خود ولی دکنی سعد گلشن کے شاگرد تھے۔ خواجہ ناصر عندلیب بھی آپ کے شاگردوں میں تھے۔ جن سے دلی کے شعراء میر درد، ابراہیم ذوق اور مومن خاں مومن وغیرہ نے استفادہ کیا۔ برہان پور صرف اردو شعر وادب کا ہی گہوارہ نہ تھا بلکہ وہ اردو کے ساتھ ساتھ فارسی شاعری کا بھی مرکز بنا ہوا تھا۔ کیونکہ مسلم حکمرانوں کے ایرانی النسل ہونے اور آپس میں قرابت داریاں رکھنے کے سبب ایران سے مختلف علمی وادبی شخصیات وقتاً فوقتاً وہاں آتی رہتی تھیں۔ شاہ جہاں کے ساتھ ایرانی شاعر مرزا صائب اصفہانی جب ہندوستان آیا تو برہانپور کے شعراء کا فارسی کلام سن کر وہ اس قدر متاثر ہوا کہ ساٹھ اشعار پر مشتمل ایک طویل قصیدہ کہہ ڈالا۔ قصیدے کے تین اشعار علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب ''شعرالعجم'' میں نقل کئے ہیں۔

ہزار حیف کہ عرفی ونوی وسنجر
نیند جمع بہ دارالعیار برہان پور
کہ قوت سخن ولطف طبع می دیدند
نمی شدند بہ طبع بلند خود مغرور
ہمیں قصیدہ کہ یک چاشت روئید اومرا
زاہل نظم کہ گفت است؟ درسنین وشہور

''افسوس کہ عرفی، نومی اور سنجر برہان پور میں موجود نہیں ہیں۔ وہ اگر یہاں کے شعراء کا بلند کلام اور ان کی لطافت طبع دیکھ لیتے تو اپنی بلند پروازی پر مغرور نہ ہوتے''۔ (دیکھئے: شعرالعجم، ص: ۱۶۱ جلد تین، مطبوعہ ۱۹۲۲ء ناشر: انوارالمطابع لکھنؤ)۔

یہاں اردو اور فارسی شاعری شانہ بشانہ چلتی رہی اور شعر وادب کا ایسا ماحول بنا کہ بہت سے ہندو شعراء نے بھی طبع آزمائی کی اور اپنا نام اردو شاعری کی تاریخ میں درج کرایا۔ لیکن یہ فی الحال ہمارا موضوع نہیں ہے۔

علم تصوف

تصوف اس شہر کی سب سے بڑی شناخت ہے۔ صوفیاء اور مشائخ سے اس سرزمین کو خصوصی نسبت رہی ہے۔ شیخ احمد سرہندی کے ایک جلیل القدر خلیفہ سید محمد ہاشم کشمی جب ہندوستان آئے تو اپنا مسکن برہان پور کو بنایا اور مکمل بارہ برسوں تک یہاں مقیم رہے۔ دراصل وہ بدخشاں کے رہنے والے تھے اور کشم نامی شہر میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ جن میں ''زبدۃ المقامات'' کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اس کتاب کا اصلی نام ''برکات الاحمدیہ الباقیہ'' ہے جو خواجہ باقی باللہ، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور ان کے عالی ہمت خلفاء کے حالات پر مشتمل ہے۔ آپ کی ایک بڑی علمی کاوش ''مکتوبات امام ربانی'' کی تدوین بھی ہے۔ مکتوبات کے دفتر سوم کو آپ نے ''معرفت حقائق'' کے نام سے ترتیب دیا ہے۔

سید محمد ہاشم کشمی مجدد صاحب کے مقربین میں تھے۔ سفر وحضر میں آپ کے ساتھ رہے۔ خود مجدد صاحب نے انہیں اپنے خطوط (مکتوبات) میں خواجہ سعید اور خواجہ معصوم کے بعد تیسرے مقام پر رکھا اور منطقی ترتیب کے لحاظ سے انہیں ''یار ثالث'' قرار دیا ہے۔

باقی صفحہ ۵ پر

شراب اور جُوا

محمد سیف اللہ، کوٹہ (راجستھان)

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! نماز کے نزدیک نہ جاؤ جس وقت تم نشے میں ہو، یہاں تک کہ جو کہتے ہو اسے سمجھنے لگو''۔ (سورۃ النساء: ۴۳) ''اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو۔ امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہوگے''۔ (سورۃ المائدہ: ۹۱۔ ۹۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے شراب اور جوئے کی حرمت کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کے ذریعے شیطان لوگوں کے درمیان عداوت اور بغض پیدا کر دیتا ہے کیونکہ نشہ کرنے کے بعد عقل متاثر ہو جاتی ہے اور انسان لوگوں کو جانی و مالی نقصان پہنچانے یہاں تک کہ قتل کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے اور قتل و زنا سے لے کر کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ اسی طرح جوئے میں جو ہار جاتا ہے اس کا مال چھین لیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہتا جس کی وجہ سے اس کے دل میں جیتنے والے کے خلاف کینہ، نفرت، دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطان شراب و جوئے کے ذریعے نماز اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے روکتا ہے کیونکہ حواس باختہ ہونے کے بعد وہ اس قابل نہیں رہ جاتا اور دیر تک اسے کچھ خبر ہی نہیں رہتی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اسے پہچانیں، یاد کریں اور اس کی عبادت واطاعت کریں اس لئے جو بندے اور اس کے رب کی معرفت و یاد کے درمیان رکاوٹ ہو یعنی نشہ وہ حرام ہوگا۔ اس کے برخلاف نیند اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کا نام نہیں بلکہ فطری طور پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ جس سے بندوں کے دل و دماغ اور بدن تازہ دم ہوتے ہیں اور نماز و یاد خدا میں مدد ملتی ہے۔ ایک صحابیؓ نے فرمایا: ''میں جس طرح جاگنے میں ثواب کے حصول کی نیت رکھتا ہوں اسی طرح سونے میں رکھتا ہوں''۔ یہی حال جوئے کا بھی ہے، جو کھیلنے والا اس طرف اتنا متوجہ ہو جاتا ہے کہ اسے دوسرے ضروری کاموں کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی اور نماز و ذکر سے غافل ہو جاتا ہے۔ جب حضرت علیؓ کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو شطرنج کھیل رہے تھے تو فرمایا: ''تمہیں اس کیلئے نہیں پیدا کیا گیا ہے یہ کس کام میں تم منہمک ہو؟ معلوم ہوا کہ جوا حرام ہے چاہے وہ روپے وغیرہ سے کھیلا جائے یا بغیر اس کے، کیونکہ وہ جوا کھیلنے والوں کو اللہ کی یاد اور نماز سے غافل کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے''۔ (بخاری) مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''جو چیز بھی نماز سے غافل کردے وہ حرام ہے۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور مشروب خمر (شراب) ہے اور ہر شراب حرام ہے''۔ مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور مشروب حرام ہے''۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس (چیز) کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے''۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) اسی بنیاد پر علمائے کرام کہتے ہیں کہ نشہ آور مشروبات کے علاوہ کھانے پینے کی ہر وہ چیز جس میں نشہ آور چیز (مثلاً بھنگ وغیرہ) ملادی گئی ہو، حرام ہے۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جب خمر (شراب) کی حرمت نازل ہوئی تو یہ پانچ چیزوں سے بنا کرتی تھی انگور، کھجور، شہد، گیہوں اور جو۔ اور خمر ہر وہ چیز ہے جو ذہن پر چھا جائے۔ ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا کھانا حرام کرتا ہے تو اس کی خرید وفروخت بھی حرام کر دیتا ہے۔ صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ سورہ بقرہ کی آخری آیات (جن میں شراب کی حرمت کا ذکر ہے) نازل ہوئیں تو آپؐ نے لوگوں کو وہ آیات پڑھ کر سنائیں، پھر شراب کی تجارت سے منع فرمایا۔ مسلم میں حضرت ابوسعیدؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے شراب حرام کردی ہے جسے یہ (حرمت والی آیت) پہنچ جائے اور اس کے پاس کچھ شراب ہو تو وہ نہ اسے پئے نہ بیچے''۔ چنانچہ لوگوں کے پاس جو کچھ شراب تھی اسے انھوں نے مدینے کی گلیوں میں بہا دیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''جس نے اس کا پینا حرام کیا ہے، اس نے اس کا بیچنا بھی حرام کر دیا ہے''۔ جس چیز کا خود استعمال کرنا حرام ہے اسے فروخت کرنا یا اس سے کسی طرح کا دوسرا فائدہ حاصل کرنا بھی حرام ہے۔

مہر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور عورتوں کے مہر خوشدلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو''۔ (سورۃ النساء: ۴) آگے ارشاد فرمایا: ''ان کے علاوہ (یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ہے، ان کے علاوہ جو عورتیں ہیں تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے کہ اپنے مالوں کے عوض ان سے طلب نکاح کرو''۔ اسی آیت میں آگے ارشاد فرمایا گیا: ''پس جو لطف (ازدواجی زندگی کا) تم نے ان سے اٹھایا ہے اس کے بدلے ان کے ''مہر'' بطور ایک فرض کے ادا کرو''۔ (سورۃ النساء: ۲۴)

حضور ﷺ نے فرمایا: ''تمام شرطوں سے بڑھ کر جو شرط اس کی مستحق ہے کہ تم اسے پورا کرو وہ شرط، وہ ہے جس سے عورتوں کی شرم گاہ کو حلال کرتے ہو''۔ (دارمی) ''جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور نیت یہ رکھی کہ مہر دینا نہیں ہے وہ بدکاری کرنے والا ہے''۔ (مسند احمد) قرآن وحدیث کے ان ارشادات سے مہر کی یہ حیثیت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مہر کوئی نمائشی یا رسمی چیز نہیں ہے بلکہ وہ چیز ہے جس کے بدلے میں ایک عورت ایک مرد کے لئے حلال ہوتی ہے۔ اس لئے مہر کا ادا کرنا نکاح کے اہم ترین احکام میں سے ہے۔ جس طرح دو گواہوں اور مسلمانوں کے مجمع میں اعلان کے بغیر نکاح نہیں ہوتا اسی طرح مہر مقرر کئے بغیر بھی نکاح نہیں ہوسکتا۔ شریعت میں زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے۔ یہ حیثیت کے مطابق ہونی چاہئے۔ اتنی رقم مقرر کرنا بہتر ہے جسے شوہر آسانی کے ساتھ ادا کر سکے۔ نقد ادا کر دینا بہتر اور شریعت میں پسندیدہ ہے بلکہ زیادہ صحیح لفظوں میں نقد ادا کرنے کا ہی حکم ہے۔ حضور ﷺ کے جتنے بھی نکاح ہوئے سب میں مہر نقد ادا کی گئی۔ آپ کی صاحبزادیوں کے مہر بھی نقد ادا کیا گیا۔ اسی طرح خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ نے ہمیشہ مہر نقد ادا فرمایا۔ اس دور میں کوئی بھی مثال مہر کے ادھار یا باقی رکھنے کی نہیں ملتی۔ جب بھی کوئی صحابی آپ کی خدمت میں یہ درخواست لے کر آئے کہ وہ نکاح کرنا چاہتے ہیں، آپؐ نے ان سے پہلی بات یہی فرمائی کہ مہر ادا کرنے کیلئے تمہارے پاس کیا چیز ہے؟ اور جو چیز ان کے پاس ملی اسے بیچ کر کے مہر ادا کروا دیا۔ اگر رقم بچی تو اس سے دوسری ضروریات پوری کی گئیں۔ قرآن وحدیث کے دلائل سے معلوم ہوا کہ ''مہر'' عورت کا شرعی حق ہے اور اسے ہر صورت میں ادا کر دینا چاہئے۔ مگر بدقسمتی یہ ہے کہ آج مسلمانوں کی بڑی تعداد نے مہر کو ایک رسمی چیز سمجھ لیا ہے۔ ہماری نگاہ میں ''مہر'' کی وہ حیثیت قطعاً نہیں جو اللہ اور رسولؐ نے بتائی ہے۔ نکاح کے وقت بالکل نمائشی طور پر مہر طے کر دیا جاتا ہے لیکن اس کا کوئی تصور ذہنوں میں نہیں ہوتا، نہ دولہا کے اور نہ اس کے ولی و سرپرست کے کہ اس قرارداد کو پورا کرنا اور ''مہر'' ضرور بالضرور ادا کرنا بھی ہے۔

مہر کے معاملے میں آج مسلمان افراط وتفریط میں مبتلا ہیں۔ بعض برادریوں میں چالیس چالیس تولے سونا اور کئی کئی لاکھ روپے مقرر کیا جاتا ہے اور بعض برادریوں میں صرف پچیس روپے بلکہ پانچ روپے تک مقرر کیا جاتا ہے۔ یہ صورتحال بہت زیادہ تکلیف دہ اور دردناک داذیت پہنچانے والی ہے۔ جس چیز کو اللہ و رسولؐ انتہائی ضروری قرار دیں اسی کی ادائیگی میں ہم اسلام کے مدعی اور رسولؐ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے جان بوجھ کر رکاوٹیں کھڑی کریں، اسے ادھار رکھیں تاکہ اس کے ادا کرنے کی نوبت نہ آئے، ہمیں ایک دن اللہ رب العزت کے دربار میں حاضر ہونا ہے اور رسولؐ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ ذرا غور کریں کہ وہاں کیا جواب دیں گے؟ ہم شادی کیلئے تمام چیزوں کا تو اہتمام کرتے ہیں، کپڑا، زیور، آسائش و زیبائش کے سامان وغیرہ اور اس میں لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، حالانکہ ان میں سے کوئی بھی چیز ''فرض'' کے حکم میں نہیں ہے، مگر جو چیز ''فرض'' کے حکم میں ہے، جس کے بدلے ایک مرد ایک عورت پر شوہری حقوق حاصل کرتا ہے یعنی ''مہر'' جس کی نقد ادائیگی کے سخت تاکیدی احکام ہیں۔ اسی کو ہم نے ٹھنڈے بستے میں ڈال رکھا ہے، اسی کی فراہمی اور ادائیگی کی ہم فکر نہیں کرتے۔

دعوت

۱۹ رمئی ۲۰۰۹ء

ایک لائق توجہ امر

آئین کی رو سے ہندوستان ایک آزاد وخودمختار جمہوری ملک ہے، جہاں ہر پانچ سال پر عام انتخابات ہوتے ہیں لیکن آزاد ہندوستان کی تاریخ میں بعض مواقع ایسے بھی آئے ہیں جب حکومت اپنی پانچ سالہ مدت پوری نہیں کرسکی اور وقت سے پہلے عام انتخابات کرائے گئے۔ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے جب ہنگامی حالات نافذ ہونے کی وجہ سے مقررہ وقت پر عام انتخابات نہیں ہوسکے۔ گوحکومت سازی کا یہ عمل عوام کی مرضی سے پورا کیا جاسکتا ہے مگر اس میں براہ راست عوام کی شرکت نہیں ہوتی بلکہ یہ کام عوام کے ذریعے منتخب کیے جانے والے نمائندے انجام دیتے ہیں۔ حکومت سازی کی کچھ شرطیں اور معیارات مقرر ہیں۔ جو بھی پارٹی ان پر کھری اترتی ہے اس کو حکومت بنانے کا موقع دیا جاتا ہے۔ صدر جمہوریہ ان شرطوں کو پورا کرنے اور مقررہ معیارات پر کھری اُترنے والی پارٹی کو حکومت سازی کی دعوت دیتا ہے۔ جب تک ایک پارٹی ان تقاضوں کو پورا کرتی رہی یہ عمل بہت آسان اور سادہ تھا۔ تاہم جب سے تنہا ایک پارٹی اس پوزیشن کو حاصل کرنے میں ناکام رہنے لگی ہے یہ عمل مشکل اور پیچیدہ ہوگیا ہے جو رفتہ رفتہ پیچیدہ تر اور مشکل تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ ایک پارٹی کی حکومت کا دور ختم ہوا تو سیاسی اتحاد جنم لینے لگے اور مفاہمت ومصالحت کی اتحادی سیاست کا دور شروع ہوا۔ چند برسوں تک تو یہ بھی آسان اور سادہ رہا مگر اب یہ بھی مشکل اور پیچیدہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ جب ملک میں اتحادی سیاست کا تجربہ شروع ہوا اس وقت بنیادی طور پر دو اتحاد تھے۔ ان دونوں سیاسی اتحادی سرکاروں کا مرکز ومحور ملک کی دو بڑی سیاسی جماعتیں تھیں جن کو دوسرے لفظوں میں اقتدار کے مراکز بھی کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اس بار کے عام انتخابات میں اقتدار کے چار مراکز بن گئے تھے، یعنی چار اتحاد تھے۔ ایک کا مرکز ثقل کانگریس تھا تو دوسرے کا بی جے پی، تیسرے کا بایاں بازو محاذ اور چوتھے کی حیثیت مکمل نہیں بلکہ ثانوی اتحاد کی تھی۔ اس لیے وہ پہلے سے کسی ایک بڑے اتحاد کا حصہ بننے کو تیار تھا۔ اس ثانوی اتحاد کی غرض وغایت زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کرنا اور اپنی پوزیشن کو مستحکم بنانا ہے تاکہ وہ سودے بازی کی بہتر سے بہتر حالت میں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماقبل انتخاب سیاسی اتحاد بھی نظر آرہا ہے تو مابعد انتخاب سیاسی اتحاد بھی بن رہا ہے۔ سیاسی توڑ جوڑ اسی صورت حال کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ اتحادی سیاست کی دین ہے۔

اس صورت حال کا ایک نہایت اہم اور غورطلب پہلو یہ ہے کہ ہندوستان کے اس انتخابی حکومت سازی کے عمل میں باہر والوں کی دلچسپیاں بڑھتی جارہی ہیں۔ اگر مسئلہ صرف دلچسپی تک ہی محدود رہتا تو اس میں کوئی برائی نہیں تھی بلکہ اس کو ایک فطری ردعمل کہا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ ہندوستان جہاں ایک طرف دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک ہے وہیں وہ ایک ابھرتی ہوئی طاقت بھی ہے۔ سائنس وٹیکنالوجی کے میدان میں اس نے قابل ذکر ترقی کی ہے، معاشی لحاظ سے بھی اس کی بڑی اہمیت ہے، انسانی وسائل کے اعتبار سے بھی ہندوستان کا اپنا ایک مقام ہے۔ یہ تمام وہ عوامل ہیں جو اقوام عالم میں ہندوستان کی حیثیت، اہمیت اور مقام کو بلند کرنے والے ہیں۔ اس لحاظ سے دنیا کا ہندوستان کے انتخابی اور حکومت سازی کے عمل میں دلچسپی لینا قدرتی امر ہے۔ لیکن اگر بات دلچسپی سے آگے بڑھ جائے اور حکومت سازی کے عمل کو متاثر کرنے کی کوششیں کی جانے لگیں تو یہ ایک نازک معاملہ بن جاتا ہے۔ پانچویں مرحلے کی پولنگ کے بعد جس طرح امریکی ناظم الامور پیٹر برلیغ نے ملک کے داخلی امور میں اور وہ بھی حکومت سازی جیسے کلیدی معاملے میں دلچسپی لی ہے اس کا نوٹس لیا جانا چاہیے۔ انہوں نے یو پی اے کی سربراہ سونیا گاندھی اور این ڈی اے کے چوٹی کے لیڈر لال کرشن آڈوانی سے ملاقات کی اور مرکز میں حکومت بنانے کے عمل کے بارے میں تبادلۂ خیال کیا۔ حالانکہ یہ بھی کوئی پوشیدہ عمل نہیں تھا لیکن انہوں نے ملاقاتی پارٹیوں کے لیڈروں سے ملاقات کرکے جس طرح ان کی رائے بنانے کی کوشش کی ہے وہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ واضح رہے کہ انہوں نے ٹی ڈی پی کے صدر این چندر بابو نائڈو سے ملاقات کے دوران اس پر زور دیا کہ وہ بائیں بازو محاذ کے ساتھ نہ جائیں یاد رہے کہ یو پی اے کی حکومت نے امریکہ کے ساتھ غیر فوجی جوہری معاہدہ کیا تو بائیں بازو نے اس کی سب سے زیادہ مخالفت کی تھی یہاں تک کہ اپنی حمایت واپس لے لی تھی۔ یہ مسئلہ ایسا ہے جو کسی ایک جماعت کا نہیں ہے بلکہ ملک کا مسئلہ ہے اس پر سبھی کو غور کرنا چاہیے۔

مرکزی اقتدار میں یو پی اے کی دوبارہ واپسی

ایک مستحکم حکومت فراہم کرنے کے وعدے کے ساتھ حکومت سازی کی تیاریوں کا آغاز

جیسا کہ اندازہ تھا کہ پندرہویں لوک سبھا کے لئے ہوئے انتخابات میں بھی پارلیمنٹ معلق رہے گی اور جوڑ توڑ کر کانگریس کی سربراہی والا یو پی اے اقتدار میں آئے گا۔ نتائج بھی ویسے ہی آئے۔ البتہ انتخابات مکمل ہونے کے فوراً بعد سیاسی مبصرین اور نیوز ایجنسیوں اور چینلوں کے جو ایگزٹ پول آئے تھے ان سے کچھ دنوں کے لئے سارے اندازے گڑبڑ ہوگئے۔ یو پی اے میں مایوسی چھاگئی تھی جب کہ بی جے پی میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی کیونکہ ایگزٹ پول نے یو پی اے اور این ڈی اے دونوں اتحاد کو دو دو سو نشستیں دے دی تھیں۔ جس سے یو پی اے کی مشکلات کافی بڑھ گئی تھیں اور بی جے پی مرکزی اقتدار کا خواب دیکھنے لگی تھی۔ بلکہ اس نے جوڑ توڑ اور چھوٹی چھوٹی علاقائی جماعتوں کی حمایت کے حصول کے لئے اپنی سرگرمیاں بھی شروع کردی تھیں۔ ۱۳ رمئی کو جب انتخابات ختم ہوئے اور ایگزٹ پول شائع ہوئے تو راجدھانی دہلی کے سیاسی گلیاروں میں پارہ کافی چڑھ گیا تھا۔ نہ صرف سیاسی رہنماؤں کی آمدورفت بڑھ گئی تھی بلکہ جوڑ توڑ اور سودے بازی کے ماہرین کو چھوٹی پارٹیوں کی حمایت کے حصول کے مشن پر لگادیا گیا۔ ایک دوسرے کو فون کئے جارہے تھے لیکن ۱۶ رمئی کو جب ووٹوں کی گنتی شروع ہوئی اور تمام ۵۴۳ نشستوں کے رجحان سامنے آئے تو بی جے پی کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ ایگزٹ پول سے امید کی جو کرن نظر آرہی تھی وہ وقت کے ساتھ دھندلی ہوتی چلی گئی۔

۲۴ رمارچ ۱۹۷۷ء میں ملک میں مخلوط حکومت کی جو روایت شروع ہوئی تھی، ۱۹۹۰ء کی دہائی کے بعد لگتا ہے کہ وہی روایت قائم رہے گی۔ معلق پارلیمنٹ کی صورت میں سب سے بڑی جماعت کے سامنے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہے گا کہ وہ دیگر پارٹیوں کے ساتھ مخلوط حکومت بنائے۔ اگرچہ مخلوط حکومت کے پہلے سات تجربات ناکام ثابت ہوئے لیکن سابقہ دو تجربات سے لگتا ہے کہ کانگریس اور بی جے پی ذہنی طور پر مان چکی ہیں اور انہوں نے مخلوط حکومت کے سانچہ میں اپنے آپ کو ڈھال لیا ہے۔ ۲۴ رمارچ ۱۹۷۷ء کو جب پہلی بار ملک میں مرار جی دیسائی کی قیادت میں مخلوط حکومت بنی تھی تو اس وقت کسی نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ۱۹۹۰ء کی دہائی کے بعد ملک میں اسی کا چلن ہوگا۔ حالانکہ مسٹر دیسائی کی حکومت ۲۸ رجولائی ۱۹۷۹ء کو گرگئی اور چودھری چرن سنگھ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی لیکن ان کی بھی حکومت ۱۴ رجنوری ۱۹۸۰ء کو گرگئی۔ تقریباً دس سال کے وقفہ کے بعد ۲ ردسمبر ۱۹۸۹ء کو وی پی سنگھ کی سربراہی میں پھر مخلوط حکومت بنی وہ بھی ۱۰ رنومبر ۱۹۹۰ء کو گرگئی۔ اور چندر شیکھر نے مخلوط حکومت چلائی لیکن ان کی حکومت بھی ۲۱ رمئی ۱۹۹۶ء کو بنی تھی اور یکم جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہوگئی۔ اس کے بعد ایچ ڈی دیوے گوڑا کی سربراہی میں حکومت بنی لیکن وہ بھی ۲۱ راپریل ۱۹۹۷ء کو گرگئی۔ پھر اندر کمار گجرال ان کے جانشین بنے لیکن ان کی حکومت بھی ۱۹ رمارچ ۱۹۹۸ء کو گرگئی۔ لیکن ۱۶ رمئی ۱۹۹۶ء کو ملک میں مخلوط حکومت کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ تاحال برقرار ہے۔ پہلے تجربہ کی ناکامی سے بہت کچھ سیکھ کر جب اٹل بہاری باجپئی نے دوسری بار تیرہویں لوک سبھا کے انتخابات کے بعد ۱۹ رمارچ ۱۹۹۸ء کو مخلوط حکومت بنائی تو وہ پورے پانچ سال چلی، جو کانگریس مخلوط حکومت کے لئے تیار نہیں ہورہی تھی۔ چودھویں لوک سبھا کے انتخابات کے بعد وہ بھی اس کے لئے تیار ہوگئی۔ ۲۲ رمئی ۲۰۰۴ء کو منموہن سنگھ کی سربراہی میں یو پی اے کی جو مخلوط حکومت بنی تھی وہ بھی پورے پانچ سال چلی۔ غرضیکہ تین پارلیمانی انتخابات کے بعد سات تجربات کی ناکامی کے بعد اب ملک پورے طور پر مخلوط حکومت کے راستہ پر چل پڑا ہے اور ملکی سیاست بھی اسی کے اردگرد گھوم رہی ہے۔

اس بار کے انتخابات میں چونکہ چار فرنٹ لڑرہے تھے جن میں دو تو یو پی اے اور این ڈی اے ہیں۔ تیسرا فرنٹ لیفٹ اور دیگر پارٹیوں کا ہے اور چوتھا فرنٹ سماجوادی پارٹی، راشٹریہ جنتادل اور لوک جن شکتی پارٹی وغیرہ کا ہے جو عام انتخابات کے بعد یو پی اے سے الگ ہوکر بنایا گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ نتائج نکلنے سے پہلے ہی سے چاروں محاذ حکومت سازی کے لئے سرگرم ہیں۔ سب کی توجہ کا مرکز بنے تھرڈ اور فورتھ فرنٹ کا ریٹ کافی ہائی ہے۔ سودے بازی بھی خوب ہورہی ہے۔ ہر پارٹی اپنی اپنی حمایت کے لئے نہ صرف شرطیں رکھ رہی ہے بلکہ پوری قیمت وصول کرنے کی کوششیں بھی کررہی ہے۔ بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ جو بھی پارٹی یا اتحاد ان کے پارٹی جنتادل متحدہ کی حمایت حاصل کرنا چاہتا ہے، اسے بہار کو خصوصی ریاست کا درجہ دینے کے لئے تیار ہونا پڑے گا۔ بتایا جاتا ہے کہ کانگریس اور بی جے پی دونوں نے اس کے لئے رضامندی ظاہر کردی ہے۔ دیگر پارٹیوں کی طرف سے بھی ایسی ہی سودے بازی ہورہی ہے۔ کوئی کم قیمت بتارہا ہے تو کوئی بہت زیادہ۔ موقع سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش ہورہی ہے۔ ملاقاتوں کا دور جاری ہے۔ فون کئے جارہے ہیں اور ہر ایک کی قیمت پوچھی جارہی ہے۔ پہلے انفرادی طور پر ممبران پارلیمنٹ خریدے جاتے تھے اور اب پوری پارٹی کی بولی لگائی جارہی ہے۔ مخلوط حکومت کے دور نے ملکی سیاست کو اس مقام پر کھڑا کردیا ہے جہاں سیاسی رہنماؤں کی وفاداری غیریقینی ہونے کے ساتھ ساتھ پوری پارٹی کا نظریہ بھی غیریقینی ہوگیا ہے۔ بے میل اور غیر نظریاتی اتحاد ہورہے ہیں اور عوام کو فائدہ پہنچنے کے بجائے سیاسی رہنما اور پارٹیاں فائدہ اٹھارہی ہیں۔ ●●

بہار کی صورت بدلی

نئی دہلی- اس بار بہار سے راشٹریہ جنتادل اور لوک جن شکتی پارٹی دونوں کا تقریباً صفایا ہوگیا۔ لالو پرساد یادو کسی طرح ایک حلقہ سارن سے تو جیت گئے مگر دوسرے حلقے پاٹلی پترے ہار گئے۔

اڑیسہ میں پھر بیجو جنتادل

بھونیشور- اڑیسہ میں حکمراں بیجو جنتادل ایک بار پھر بھاری اکثریت سے برسراقتدار آگئی ہے، اسے دوتہائی اکثریت ملی ہے۔ واضح رہے کہ اڑیسہ اسمبلی کی مجموعی عددی طاقت ۱۴۷ ہے۔ اس میں بیجو جنتادل کو ۱۰۰ سے زیادہ سیٹیں ملی ہیں۔ کانگریس کو ۲۶ اور بی جے پی کو چھ۔

آندھراپردیش میں کانگریس برسراقتدار

حیدرآباد- آندھرا پردیش میں ایک بار پھر کانگریس کو واضح اکثریت حاصل ہوگئی ہے۔ اسے ۱۵۱ اسمبلی حلقوں میں کامیابی ملی ہے جب کہ اس کا حریف تیلگو دیشم پارٹی کو ۱۱۲ نشستیں ملی ہیں۔ چرنجیوی کی پارٹی سترہ سیٹیں حاصل کرسکی ہے۔

سکم میں جمہوری محاذ کامیاب

نئی دہلی- سکم کے اسمبلی انتخابات میں ایک بار پھر حکمراں سکم ڈیموکریٹک فرنٹ کو کامیابی ملی ہے۔ اسے ۳۲ میں سے ۱۲۶ اسمبلی حلقوں میں کامیابی ملی ہے۔

حیدرآباد دھماکہ میں فرد جرم

حیدرآباد- حیدرآباد کے ''لمبنی پارک'' و ''گوکل چاٹ بھنڈار'' بم دھماکوں کی تحقیقات کے سلسلہ میں تقریباً دو سال بعد محکمہ پولیس کے ''آکٹوپس'' شعبہ سے وابستہ عہدیداروں نے اس سلسلہ میں ملزمین کے خلاف 1,207 صفحات پر مشتمل چارج شیٹ نامپلی عدالت میں پیش کردی اور اسی کے ساتھ آکٹوپس نے دعویٰ کیا ہے کہ اسے اپنے قیام کے بعد پہلے کیس کی تکمیل کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ واضح رہے کہ اگست ۲۰۰۷ء میں لمبنی پارک اور گوکل چاٹ میں یہ سنسنی خیز دھماکے ہوئے تھے جس میں ۴۳ افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ جس کے بعد سی سی ایس اور ایس آئی ٹی ٹیم اس واقعہ کی تحقیقات کررہی تھی اور ۳۰ رنومبر ۲۰۰۸ء کو یہ کیس آکٹوپس کو سونپ دیا گیا تھا جو اس طرح کے دہشت گردانہ واقعات کی روک تھام کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ جو اس طرح کے دہشت گردانہ واقعات کی روک تھام کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

اہم کامیاب وناکام اُمیدوار

اہم کامیاب اُمیدوار

سونیا گاندھی	(کانگریس)
راہل گاندھی	(کانگریس)
ممتا بنرجی	(ترنمول کانگریس)
شرد پوار	(این سی پی)
لالو یادو	(راشٹریہ جنتادل)
ششی تھرور	(کانگریس)
پرنب مکھرجی	(کانگریس)
یو احمد	(مسلم لیگ)
لال کرشن آڈوانی	(بی جے پی)
راج ناتھ سنگھ	(بی جے پی)
یشونت سنہا	(بی جے پی)
ملائم سنگھ یادو	(سماج وادی پارٹی)
کپل سبل	(کانگریس)
حمداللہ سعید	(کانگریس)
مرلی منوہر جوشی	(بی جے پی)
کمل ناتھ	(کانگریس)
ایچ ڈی دیوے گوڑا	(جنتادل-ایس)
میرا کمار	(کانگریس)
ڈاکٹر فاروق عبداللہ	(نیشنل کانفرنس)
لال جی ٹنڈن	(بی جے پی)
سشما سوراج	(بی جے پی)

ناکام ہوجانے والے اہم اُمیدوار

رام بلاس پاسوان	(ایل این جے پی)
شنکر سنگھ واگھیلا	(کانگریس)
بوٹا سنگھ	(آزاد)
وجے گوئل	(بی جے پی)
کرونا شکلا	(بی جے پی)
مینکا گاندھی	(بی جے پی)
سنتوش گنگوار	(بی جے پی)
سکھبیر سنگھ ڈھنڈسا	(اکالی دل)
وائکو	(ایم ڈی ایم کے)
پی چدمبرم	(کانگریس)
کے چندر شیکھر راؤ	(ٹی آر ایس)
ایس بنگارپا	(کانگریس)
مانوندر سنگھ	(بی جے پی)
ونے کٹیار	(بی جے پی)
رام نائک	(بی جے پی)
ریتا بہوگنا	(کانگریس)

مسئلہ استحصال کا نہیں جذبات بھڑکانے کا ہے

◎

سرکاری اعداد وشمار کے مطابق بھارت میں جنسی طور پر بدسلوکی سے دوچار ہونے والے بچے دنیا بھر میں سب سے زیادہ ۵۳ء۲۲ فیصد ہیں۔ بیشتر بچے اس معاملہ کا کسی سے ذکر نہیں کرتے۔ قریبی رشتہ داروں کے ذریعہ بچوں کے ساتھ جنسی بدسلوکی کی سب سے زیادہ عام شکل ہے۔ ہر سال ایک کروڑ دس لاکھ حمل ساقط کرادیے جاتے ہیں۔ ان میں سے کم ازکم نصف تعداد غیر شادی شدہ عورتوں کی ہوتی ہے۔ جو بلوغت کی عمر کو بھی نہیں پہنچی ہوتیں۔ بھارت میں ۵۷ لاکھ ایچ آئی وی پوزیٹو مریض موجود ہیں۔ ان میں سے کم ازکم ایک تہائی تعداد ۱۵ تا ۲۹ سال کی عمر والوں کی ہے۔ بھارت کی کل آبادی میں سے ۲۲ فیصد سے زیادہ دس تا ۱۹ سال کی عمر کے گروپ کے کم سن بچے ہیں۔ یہ سرکاری اعداد وشمار ہیں اس کے باوجود ملک کے نام نہاد دانشوروں کا ایک بڑا طبقہ اسکولوں میں بچوں کو جنسیات کی تعلیم دینے کے لئے پورا زور لگارہا ہے۔ ایک طبقہ کا دعویٰ یہ ہے کہ اسکولوں میں جنسیات کی تعلیم دینے سے بچے غیر محفوظ جنسی عمل کے سلسلہ میں حساس ہوجائیں گے اور اس طرح ان کا جنسی استحصال نہیں ہوسکے گا۔ ان کے اندر جنسی بیماریاں بھی کم ہوں گی۔

اس سلسلہ میں حکمراں اور حکام ہوں کہ ماہرین تعلیم سب کے سامنے امریکہ اور یورپ کی جنسی آزادی کا تجربہ ہے امریکہ اور مغربی دنیا نے جنسی آزادی کے نام پر اسکولوں میں جنسیات کی تعلیم کا جو تجربہ کیا ہے اس کے نتائج ساری دنیا کے سامنے ہیں۔ ایک منطق یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ انسانی فطرت ہے جس چیز کو چھپا کر رکھا جاتا ہے جس سے روکا جاتا ہے آدمی اس کے سلسلہ میں اتنا ہی زیادہ حریص ہوتا ہے۔ اس کے اندر چھپی ہوئی اور ممنوعہ چیز کے بارے میں اس قدر زیادہ تجسس اور کشش پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ جنسیات کا مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے انسانوں ہی میں نہیں تمام چھوٹے بڑے جانداروں کیڑوں مکوڑوں تک میں دنیا کی تخلیق کے روز اوّل سے یہ چیز موجود ہے۔ جب دنیا نے علم ودانش، سائنس وٹیکنالوجی، پروپیگنڈا وپبلسٹی کے موجودہ ذرائع ووسائل کی حد تک ترقی نہیں کی تھی اس وقت بھی یہ چیز موجود تھی۔ جو جاندار انسان کی طرح شعور وجذبات نہیں رکھتے اس کی طرح تدابیر نہیں اپناتے اور یہ تجربے نہیں کرتے ان کے اندر بھی یہ چیز ہمیشہ موجود رہی ہے۔ مشاہدہ تو یہ بتاتا ہے کہ جو جاندار اور جو انسان جنسیات کے جدید ذرائع وآلات پبلسٹی وپروپیگنڈے سے واقف نہیں ہوتے، فطری طور پر وہ بھی جنسی عمل سے گزرتے ہیں اور اپنی فطری ضروریات پوری کرتے ہیں البتہ وہ اس میدان کا نہ ناجائز استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے نتائج بد سے دوچار ہوتے ہیں۔ جب کہ جب جب بھی اور جہاں جہاں بھی اس کی پبلسٹی اور پروپیگنڈا کیا گیا ہے اتنا ہی نہیں جہاں اس کا تذکرہ بھی زیادہ کیا گیا ہے دماغ اور جسم میں اس کی آگ بھڑکی ہی ہے۔ اس کے تذکرہ کے بغیر جہاں جذبات سرد رہتے ہیں جتنا زیادہ اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے چرچا، پبلسٹی اور پروپیگنڈا کیا جاتا ہے اس کی آگ اتنی ہی زیادہ بھڑکتی ہے جب اس کا تذکرہ نہیں کیا جاتا جذبات سرد رہتے ہیں نہ اس کا جنون طاری ہوتا ہے تو اس سے متعلق بیماریاں بھی لاحق نہیں ہوتیں اگر کسی کو کسی وجہ سے کوئی بیماری لگ بھی جائے تو وہ وبائی شکل اختیار نہیں کرتی۔ اس کے مضر اثرات زیادہ نہیں پھیلتے۔ یہاں مسئلہ صرف جنسی استحصال کا ہی نہیں جنسی جذبات بھڑکانے کا بھی ہے، امریکہ اور مغربی دنیا کی صورتحال عبرت حاصل کرنے اور درس وسبق لینے کے لئے کافی ہے وہاں اس کی آزادی دینے اور اس کی تعلیم کا نظم کرنے سے کون سے نتائج سامنے آتے ہیں آنکھیں کھول کر انہیں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے جو راستے اپنائے ہیں اور ان سے جو نتائج سامنے آئے ہیں۔ کیا جنسی تعلقات استحصال، جذبات کی برانگیختگی اور بیماریوں میں کمی آئی ہے کہ اضافہ ہوا ہے اس کو دیکھا جانا چاہئے اس کے بعد ہی ان کے پیچھے دوڑ لگانی چاہئے۔ ●●

آزاد فلسطینی ریاست کی حمایت

کیتھولک چرچ کے سربراہ پوپ بینڈکٹ نے آزاد فلسطینی ریاست کی تشکیل کی حمایت کی ہے۔ اس سلسلہ میں ان کا وہ بیان جو انہوں نے بیت اللحم کے ایک ریفیوجی کیمپ میں دیا عالمی برادری خاص طور پر مسلم دنیا میں کافی اہمیت کا حامل ہوگیا ہے۔ انہوں نے ریفیوجی کیمپ میں اپنے خطاب کے دوران کہا کہ مقدس منصب آپ کے عوام کے لئے آپ کی سرزمین میں ایک ایسی آزاد فلسطینی ریاست کے حق میں حمایت کرتا ہے۔ جو محفوظ ہو، پڑوسیوں کے لئے پرامن ہو اور بین الاقوامی سطح پر اس کی سرحدوں کو تسلیم کیا گیا ہو۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے فلسطینیوں سے ''دہشت گردی'' اور ''تشدد'' کی راہ کو ترک کرنے کی بھی اپیل کی اور اس کی قیام امن کے لئے ضروری قرار دیا۔

پوپ بینڈکٹ نے اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ انہیں فلسطینیوں کی برسوں پر محیط ابتر حالت کا احساس ہے۔ اس موقع پر فلسطین کے صدر محمود عباس نے فلسطینیوں کے مسائل کے خاتمہ، فلسطینی ریاست کے قیام اور تارکین وطن فلسطینیوں کی وطن واپسی میں پوپ بینڈکٹ کے تعاون کی امید ظاہر کی ہے۔

پوپ بینڈکٹ کا یہ بیان اس بات کا مظہر ہے کہ عالمی برادری کو فلسطینیوں کی ابتر حالت اور ان کے حقوق کا احساس ہورہا ہے اور فلسطینی کاز کے لئے آواز بلند کرنے والوں کی فہرست میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس کے ساتھ اس صورتحال کا بھی مظہر ہے جس کی وجہ سے فلسطینی عوام لگاتار مسائل سے دوچار ہیں اور ان کے مصائب ختم ہونے کے بجائے ان میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ پوپ بینڈکٹ کے ساتھ عالمی برادری یا تو حقیقت حال سے واقف ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو اس کے اظہار سے پہلوتہی اختیار کررہی ہے۔

فلسطینیوں کے لئے بین الاقوامی برادری کی طرف سے کچھ مخصوص اصطلاحات جن میں ''دہشت گردی'' بھی شامل ہے کا استعمال ہوتا ہے، کوئی راست طور پر فلسطینیوں کو ان اصطلاحات کا محور قرار دیتا ہے تو کچھ اگر راست طور پر اس کا استعمال کرنے میں قباحت محسوس کرتے ہیں تو وہ خیر خواہانہ انداز میں فلسطینیوں کو ان راستوں کو ترک کرنے کا مشورہ دے ڈالتے ہیں۔ گو کہ وہ اس راز سے خوب واقف ہوتے ہیں کہ دہشت گردی کا محور کون ہے اور کون اس کی پناہ گاہ ہے۔ بین الاقوامی برادری محور اور پناہ گاہ کو کبھی بھی دہشت گرد نہیں کہتی اور نہ ہی انہیں ان راستوں کو ترک کرنے کا مشورہ دینے کا حوصلہ جٹا پاتی ہے۔ پوپ بینڈکٹ نے بھی انہی اصطلاحات کا استعمال کیا ہے۔ ایسے میں کسی مثبت پیش رفت کی توقع غیر دانشورانہ ہوگی۔ ●●

دہلی کی ساتوں سیٹیں کانگریس کو ملیں

نئی دہلی- پندرہویں لوک سبھا کے لئے ہونے والے انتخابات میں راجدھانی دہلی کی تمام کی تمام ساتوں سیٹوں سے کانگریس کے امیدوار کامیاب ہوئے۔ واضح رہے کہ راجدھانی دہلی میں نئی دہلی، جنوبی، دہلی، باہری دہلی، مشرقی دہلی، چاندنی چوک، دہلی صدر اور قرول باغ پارلیمانی حلقے ہیں۔ کانگریس نے کپل سبل، جے پرکاش اگروال، سندیپ دکشت، اجے ماکن، مہابل مشرا، رمیش کمار اور کرشنا تیرتھ کو امیدوار بنایا تھا۔

بائیں بازو کو زبردست جھٹکا

نئی دہلی- بائیں بازو محاذ کو اس بار زبردست جھٹکا لگا ہے اسے مغربی بنگال اور کیرل دونوں صوبوں میں کانگریس اور اس کے اتحادیوں کے ہاتھ زبردست ہار کا سامنا کرنا پڑا ہے، مغربی بنگال میں اس کے بڑے اور پرانے اُمیدواروں کو جو لگاتار کئی بار سے لوک سبھا کے لئے منتخب ہوتے چلے آرہے تھے اس بار شکست ہوئی ہے۔

زندگی کیا ہے؟

ناہید اعتبار وگن

زندگی کیا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو کائنات بننے سے لے کر آج تک حل نہیں ہوسکا ہے یا لوگ اسے جاننے کی کوشش نہیں کرتے۔ دراصل دنیا میں جتنے بھی لوگوں نے اس کو جاننے کے لئے جدوجہد کی اور اس کا خوبصورت انجام دیکھنے کے لئے جو تحریکیں چلائیں انھوں نے اپنی تحریک کے نام بھی اسی حساب سے رکھے۔ تحریک کو چھوڑیں، آپ کسی عام آدمی سے ہی اس کی زندگی کے متعلق پوچھیں گے تو ہر ایک کا جواب بالکل مختلف ہوگا۔ حتیٰ کہ ایک ہی گھر کے افراد سے بھی اگر یہ سوال کریں گے تو معمول کے مطابق ہر ایک کا جواب مختلف ہوگا کیونکہ ہر ایک اپنے اپنے طرز فکر کے مطابق جواب دے گا۔

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے لوگ منافقت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کوئی اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے تو کوئی اپنے اردگرد کے لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ آخر کب تک......؟ یہ سلسلہ بھی ایک روز سب پر عیاں ہوجاتا ہے۔ دنیا میں جتنی عظیم شخصیات اور مفکرین نے زندگی کے متعلق اقوال کہے ہیں ہر ایک نے اپنے اپنے فکر ونظر کے مطابق کہا ہے۔

کسی نے کہا کہ زندگی خوشی اور غم کا نام ہے۔ کیا واقعی لوگوں کی زندگی میں خوشی اور غم آتے ہیں؟ کسی کے پاس نہ ہمیشہ خوشی رہتی ہے اور نہ کسی کے پاس ہمیشہ غم رہتے ہیں۔ آپ بھی یقیناً اس چیز کو ضرور جانتے ہوں گے کہ غم اور خوشی ہر ایک کی زندگی کا حصہ ہوتے ہیں۔ پھر لوگ غم کی وجہ سے مر کیوں جاتے ہیں؟ کسی کا ہارٹ اٹیک ہوجاتا ہے تو کوئی ذہنی توازن کھودیتا ہے، کوئی تو اپنی زندگی کا خاتمہ خود ہی کر بیٹھتا ہے، لیکن حیرت کی بات ہے کہ یہ سب چیزیں خوشی میں کیوں نہیں ہوتیں! جو لوگ دکھ میں پاگل ہوجاتے ہیں خوشی میں کیوں نہیں ہوتے؟ یہ بھی تو زندگی کا حصہ ہے...... لیکن آپ لوگوں کی بات درست ہے کہ غم کے وقت کون اپنے ہوش وحواس میں رہتا ہے! حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی تو رو رو کے اپنی بینائی ختم کرلی تھی۔ لہٰذا اس طرح تو ہم خوشی اور غم کو زندگی کا حصہ کہہ سکتے ہیں مگر ان میں جو فیصلے کئے جاتے ہیں اور ان کا جو انجام ہوتا ہے اسے ہم زندگی نہیں کہہ سکتے۔ دنیا میں بیس فیصد لوگ اپنی زندگی سے مطمئن ہیں تو کیا واقعی وہ مطمئن ہیں؟ لیکن ان کو بھی تو موت کا ڈر ہوتا ہے۔ مسلمان ہو یا غیر مسلم، ہر ایک اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ موت کی تلوار ہر ایک کے سر پر لٹکتی ہے۔ موت کو کسی کی پروا نہیں کہ وہ بچہ ہے، جوان ہے، بوڑھا ہے، مرد ہے یا عورت۔ پھر یہ مطمئن کیسے ہوئے!

میرے خیال میں اس سوال کے لئے کسی تحریک کی طرف نہ جائیں بلکہ سیدھے ایسی ہستی کی طرف جائیں جس نے یہ زندگی ہر ایک کو عطا کی ہے۔ جس نے یہ زندگی عطا کی ہے یقیناً اس نے رہنمائی بھی ضرور کی ہوگی۔ ہم جب کوئی چیز کسی کمپنی سے لے کر آتے ہیں تو اس کے ساتھ ایک کتاب بھی ضرور ملتی ہے کہ اس چیز کو کیسے استعمال کرنا ہے یا جب تک ہم اسے اچھی طرح سے استعمال نہیں کرتے کمپنی سے رہنمائی لیتے رہتے ہیں۔ جس نے یہ زندگی عطا کی ہے اس کے ساتھ کتاب بھی بھیجی ہے، اور کتاب کے مفسر کو ہماری رہنمائی کے لئے مبعوث کیا ہے تو کیوں نہ ہم سب سے پہلے رہنمائی کے لئے اس کی طرف بڑھیں۔ دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم اس معاملے میں کیا کہتا ہے کہ زندگی کیا ہے؟

سورۃ ملک میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ”نہایت بزرگ وبرتر ہے وہ ہستی جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی“۔ (آیت: ۱ تا ۲) رب تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے: ”میں نے جن وانس کو اس کے سوا کسی کام کے لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ میری بندگی کریں“۔ (سورۃ الذاریات: ۵۶)

اور سورۃ بلد میں فرماتا ہے: ”درحقیقت ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے“۔ ایک اور جگہ زندگی کو بہت واضح انداز میں بیان کیا ہے: ”واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ سروسامان بھی زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ان لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ آخرکار اس سب کو ہم ایک چٹیل میدان بنادینے والے ہیں“۔

ایک جگہ زندگی کی اہمیت اس طرح بیان کی گئی ہے: ”ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اس میں ہے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنایا ہے۔ اگر ہم کوئی کھلونا بنانا چاہتے اور بس یہی کچھ ہمیں کرنا ہوتا تو اپنے ہی پاس سے کرلیتے۔ مگر ہم تو باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا سر توڑ دیتی ہے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے مٹ جاتا ہے۔ اور تمہارے لئے تباہی ہے ان باتوں کی وجہ سے جو تم بناتے ہو“۔ (انبیاء: آیت ۱۶ تا ۱۸)

”مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے“۔ ●●

معاش نہیں انسانیت کی تعمیر

غزالہ عزیز

◎

کوئی یقین سے اب بھی نہیں کہہ سکتا کہ دنیا کے ایک ارب مسلمانوں میں سے امریکہ اور کنیڈا میں کتنے مقیم ہیں۔ البتہ واشنگٹن ڈی سی امریکی کونسل کا اندازہ ہے کہ مسلمانوں کی آبادی چھ سے آٹھ ملین کے درمیان ہے۔ یہ اندازہ ۲۰۰۱ء سے پہلے کا ہے۔ اس طرح مسلمانوں کی تعداد یہودیوں سے کہیں آگے نکل چکی ہے جو اس وقت ساڑھے پانچ ملین تھی۔ آپ کو مسلمان خواتین کی ایک بڑی تعداد مال میں شاپنگ کرتی، گاڑی چلاتی، کار کے ذریعے یونیورسٹی آکر تعلیم حاصل کرتی، دفتر میں کام کرتی اور مختلف نوع کی دکانیں چلاتی نظر آئے گی۔ ان میں سے بیشتر کا لباس سادہ اور بال اسکارف سے چھپے ہوں گے۔ کچھ ان میں سے چہرے کو نقاب سے چھپائے بھی ہوں گی۔

معاشرے میں ”دہشت گرد“ اور ”بنیاد پرست“ جیسی اصطلاحات کے بعد عام امریکی کے خیالات ان کے بارے میں ایک مخصوص نوعیت کے ہوتے ہیں، لیکن جب بات کرتے ہوئے نامانوس اور کرخت لہجے کے بجائے وہ ایک امریکی عورت کی طرح بول پڑتی ہے تو ذہنی طور پر امریکی خیالات کو ایک زبردست جھٹکا لگتا ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ امریکہ اور کنیڈا میں پیدائشی امریکی عورتوں کی ایک بڑی تعداد اسلام قبول کرچکی ہے اور مستقل ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

جوڈی کا کہنا ہے کہ یہ ۱۹۸۸ء کا موسم بہار تھا کہ میں نے عمل کا آغاز کیا۔ میں نے مقامی اسلامی ایسوسی ایشن سے رابطہ کیا اور ایک بہن کے درس قرآن گروپ میں شامل ہوگئی۔

وہاں میں ان بہنوں سے ملی جو ایک مثالی کردار (Role Model) ادا کر رہی تھیں۔

جوڈی کی ماں کا کہنا تھا کہ ”میرا خیال تھا کہ جوڈی کے فیصلے کا غم مجھ سے بھلایا نہ جائے گا“۔ ”میں حیران تھی۔ میں نے اسے اپنے نئے مذہب کا اتنا پابند دیکھا، خدا کی عبادت کرنے اور ہمسایوں کی خدمت کرنے میں اتنا پرجوش دیکھا اور سر ڈھانپ کر کیمپس میں اپنی کلاس میں جاتے ہوئے اتنا پرعزم پایا“۔ ”پھر میں نے دعاؤں کے ساتھ اسے خدا کے سپرد کردیا“۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ معاشرے میں کس چیز کی کمی ہے کہ جوڈی جیسی نوجوان خواتین اور پھر میرے اور میرے شوہر جیسے پختہ عمر لوگ اسلام کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ ایک بڑی وجہ محبت آمیز رویے، خاندانی جوڑ اور معاشرے میں پھیلی بے چینی اور اضطراب ہے۔ نومسلم خواتین اس بات کی بھی نشاندہی کرتی ہیں کہ عیسائی مذہب کے ماننے والے اپنے مذہب کے تضادات سے واقف ہوتے ہوئے بھی صرف معاشرتی مجبوریوں کے باعث اس سے چمٹے ہوئے ہیں۔ یہ ساری باتیں مغرب اور اس کے معاشرے سے متعلق ہیں۔ لیکن ان سے ایک بات بہت اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ اگر سوچ سمجھ کر اسلام قبول کیا جاتا ہے تو وراثتی مسلمانوں کی نسبت بہت زیادہ ذہنی آمادگی اور سپردگی کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے۔ لہٰذا وراثتی مسلمانوں کو دوبارہ سوچ سمجھ کر اسلام پر عمل پیرا ہونا چاہئے اور ایک ایسے معاشرے میں جو مکمل طور پر مختلف راستے پر گامزن ہو، وہاں بھی ایک مثالی کردار ادا کیا جاسکتا ہے۔

ایک زندہ اسلامی معاشرے میں عورت اخلاقی قدروں کی محافظ ہوتی ہے۔ اس کی گود میں مستقبل کی نسلیں پروان چڑھتی ہیں۔ یہ ذمہ داری انتہائی اہم ہے اور اس کے مقابلے میں دیگر تمام کام فروتر ہیں۔ سادہ زندگی اور گھر کی چار دیواری کے بجائے عورت کو نمود ونمائش اور گھر سے باہر کاروباری زندگی کا حصہ بنا کر گھر اور خاندان کے نظام کو تباہ کرنے کا منصوبہ ہمارے اپنے ہی بنا رہے ہیں۔ پچاس فیصد ملازمتیں خواتین کے نام کردینا خواتین کا استحصال ہے اور مردوں کو بیروزگاری کی بھٹی میں جھونک کر نکھٹو بنانے کی سازش۔ اسلام عورت کو چادر اور چار دیواری کا تحفظ تو فراہم کرتا ہے لیکن ساتھ ہی معاشرے میں ایک مثالی کردار کی ادائیگی کی تیاری کے لئے مکمل مواقع فراہم کرنے کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ اس کا پرجوش حامی ہے۔ یہ اس کی تعلیمات کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ معاشرہ جہاں لڑکی کی پیدائش کو ذلت کا سبب سمجھا جاتا تھا وہاں حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد ان کی بیٹی کی کفالت کے تین تین دعویدار چلے آئے تھے۔

خواتین میں علم کا یوں رواج ہوا کہ ایک لونڈی مشہور مالکی امام اشہبؒ کو فقہی مسئلہ سمجھاتی ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے ایک لونڈی سے سبزی خریدی۔ اس زمانے کا رواج تھا کہ سبزی کی قیمت رقم کی شکل میں ادا کرنے کے بجائے سبزی فروش کو روٹی دے دی جاتی تھی۔ اشہبؒ کے پاس اس وقت روٹی نہیں تھی۔ انھوں نے لونڈی سے کہا کہ شام کو آکر روٹی لے جانا۔ اس نے کہا: ”جناب! یہ تو ناجائز ہے کیونکہ شریعت میں کھانے پینے کی چیزوں میں دست بدست تبادلہ کا حکم ہے“۔

اسلام خواتین کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ پاکیزہ مقاصد کے حصول اور خیر کے کاموں کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ احکام حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا واقعہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سودہؓ کو باہر دیکھ کر تنقید کی تو وہ خاموشی سے گھر واپس چلی گئیں اور اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ پر اس کے فوراً بعد نزول وحی کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے“۔

لیکن کچھ شرائط کے ساتھ۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ عورت کو مسجد میں نماز کے لئے جانے کی اجازت اسی صورت ہوگی جبکہ وہ خوشبو نہ لگائے ہوئے ہو، زیب وزینت سے آراستہ نہ ہو، ایسی پازیب نہ پہنی ہو (اس میں وہ تمام زیور، بٹن یا آرائشی اشیاء شامل ہیں جو بجتی ہوں)، مردوں میں خلط ملط نہ ہو، ایسی زینت سے آراستہ نہ ہو جو مردوں کو دیکھنے اور مائل ہونے پر ابھارے۔

عورت کی عزت وعفت کی حفاظت کے لئے اسلام ہر طرح کی احتیاطی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ اس کے لئے علم کے حصول کے دروازے کھولتا ہے لیکن بدلے میں معاش کی جدوجہد کی ذمہ داری اس کے کاندھوں پر نہیں ڈالتا، بلکہ اس کا اصل اور اہم ترین کام نسل انسانی کی تربیت کو قرار دیتا ہے۔ یہی وہ عظیم ترین کام ہے کہ جس کے باعث عورت کے قدموں تلے جنت کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ لہٰذا عورت کا اہم ترین کام انسانیت کی تعمیر ہے تاکہ ایک ایسی عظیم ترین قوم کو اٹھا کر کھڑا کیا جاسکے جو دنیا کے سامنے رول ماڈل کا کردار ادا کرے۔ لہٰذا ماں سے بہتر صداقت، شجاعت کا اور عدالت کا سبق کون پڑھا سکتا ہے۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا، شجاعت کا، عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

●●

روس و امریکہ کے مابین از سر نو سرد جنگ کا آغاز

رؤف عامر

◎

امام غزالی فرماتے ہیں کہ دوستی کے پاک رشتوں میں پروئے ہوئے دل ہی ایک دوسرے کے لئے دھڑکتے ہیں۔ امریکہ دنیا میں اپنی عسکری طاقت کی بے رحمانہ جبلت کی دھاک بٹھانے کے لئے اپنے ایٹمی پلان میں بنیادی تبدیلیاں لا رہا ہے اور اس مقصد کے لئے امریکی ماہرین نے روس کے بارہ ایٹمی شہروں کی نشان دہی کرلی ہے۔ یہ خبر روسی اخبار ”پراودہ“ نے جاری کی ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ امریکی سمجھتے ہیں کہ ان کا ایٹمی پروگرام فرسودہ ہوچکا ہے۔ یوں وہ روس کے متعلق جنگی حکمت عملی کو بھی تبدیل کر رہے ہیں۔ امریکہ نے روس کے بارہ ایسے شہروں کے گرد سرخ دائرہ لگا رکھا ہے جو روسی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ معلومات National resource defence center کو امریکی جوہری جنگ میں بنیادی تبدیلی کے عنوان سے ارسال کی گئی ہیں۔ سرد جنگ کے زمانے میں امریکہ نے روس کی سخت سرزمین پر ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ملٹری بیس کیمپس کو تباہ کرنے کی پالیسی تشکیل دی جس میں چین کے کچھ علاقے بھی شامل تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ امریکہ نے روس کے اتحادی ملکوں کے اہم فوجی ٹھکانوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا ہوا تھا۔ یوں کم سے کم عسکری توازن قائم رکھنے کے لئے محدود فوجی کارروائیوں کا آپشن بھی زیر غور رہا۔ روسی اخبار کی اس رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے واشنگٹن پوسٹ نے لکھا کہ اس سب کے باوجود جوہری طاقتوں کے پاس ایٹمی ہتھیاروں کی مقدار کتنی ہے۔ دوسری طرف روسی تھنک ٹینکس نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔

روس ایران جوہری معاہدہ مندرجہ بالا امریکی ڈاکٹرائن کے زہر کا تریاق ہے۔ رشین جوہری منصوبے جو ایران کے بوشہر میں شروع کئے گئے ہیں وہ دراصل ایک ایسی دیوار ہے جو روس اور ایران دونوں کو امریکی عزائم سے بچانے کے لئے معاون ہوتی۔ تہران کے وزیر دفاع مصطفیٰ نجار نے فروری میں ماسکو کا دورہ کیا تھا جہاں انہوں نے بوشہر کے ایٹمی کارخانے کو محفوظ تر بنانے کے لئے عسکری تعاون کی اپیل کی تھی۔ روس میں آجکل دنیا کے جدید ترین طیارہ شکن میزائل Almaz Anty کی تیاری جاری ہے۔ علاوہ ازیں اسی فیکٹری میں روس کے شہرہ عالم میزائل S300 بھی تیار ہوتے ہیں۔ ایرانی وزیر دفاع نے ان میزائلوں کی تیاری کے عمل کو بچشم دیکھا۔ لندن کے عربی اخبار ”المجلہ“ نے رپورٹ دی ہے کہ ایرانی وزیر دفاع اور روس کے درمیان جدید ترین میزائلوں کے لین دین کا معاہدہ ہوتا ہے۔ روس ان میزائلوں کو بوشہر سٹی کے جوہری پلانٹ کے اردگرد نصب کرے گا اُسے امریکی واسرائیلی حملے سے مامون تر بنادیں گے۔

سوویت یونین کی تحلیل کے بعد امریکہ کے پیش نظر جہادی قوتوں کو کچلنا تھا افغانستان پر قبضے کے کئی مقاصد پیش نظر تھے۔ وہاں قائم کئے جانے والے ہوائی اڈوں سے روس چین اور پاکستان کے گرد حصار، پاکستان کے جوہری منصوبے کا خاتمہ، سنٹرل ایشیا کے تیل تک رسائی اور پھر اس تیل کو افغانستان اور پاکستان کے زمینی راستوں سے بحیرہ قزوین تک لے جانے کے پلان بنائے گئے اور پھر اتحادی فوجیں کابل میں آدھمکیں، نوے میں سرخ آندھی تھم گئی مگر سوویت یونین یتیم ہوگیا۔ بش سینئر کے وزیر خارجہ جیمز بیکر نے روسی تسلط کو مزید بکھرنے سے بچایا تاکہ اُس کا جوہری اسلحہ مغرب کے خلاف استعمال نہ ہو۔ بورس یلسن کے بعد ماسکو میں کسی ایسے قوم پرست لیڈر کی ضرورت محسوس کی گئی جو بکھرے ہوئے روس کو دوبارہ جوڑ سکے۔ یوں پوتن سربراہ سلطنت ہوئے۔ پوتن نے زیرک داؤ پیچ کھیل کر اپنے ملک کو نہ صرف قرضوں کے شکنجے سے رہائی دلوائی بلکہ اس نے تیل وگیس کی صنعت کو دوبارہ سرکاری تحویل میں لیا۔ چین خطے میں جس رفتار سے ترقی کی منازل طے کر رہا تھا اُسے امریکہ سے بچنے کے لئے ایک مضبوط دیوار کی ضرورت تھی جو روس کی ضرورت میں میسر آگئی چین نے روس کو دوبارہ اپنے پیروں پر ناچنے کے لئے تعاون کیا۔ امریکہ کا افغانستان میں پھنسنا چین کے لئے نیک شگون بن گیا کیونکہ ایک طرف اسی جنگ نے وائٹ ہاؤس کو معاشی بحران کی دلدل میں دھنسا دیا جب کہ دوسری طرف چین کو امریکہ کی عسکری صلاحیتوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع مل گیا۔ روس کو معلوم تھا کہ افغانستان کی دوزخ سے کوئی باہر نہیں نکلا، یوں ماسکو نے طالبان کی ظاہری امداد نہ کی۔ یہودیوں کو معلوم تھا کہ امریکہ کابل سے کبھی فتح حاصل کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے انہوں نے مزید جال بچھایا اور امریکہ کو عراق کے قبرستان میں ڈھکیل دیا۔

یہودی تو عراق جنگ سے خوب مستفید ہوئے مگر امریکہ کا مالیاتی دیوالیہ نکل گیا۔ امریکہ واتحادی پچھلے آٹھ برسوں سے حالت جنگ میں ہیں۔ برطانیہ بھی جنگ کا اہم اتحادی ہے۔ یہ پوزیشن چین وروس کے لئے مفید ثابت ہوئی کیونکہ ان برسوں میں امریکہ ومغرب چین وروس سے لاتعلق ہوگئے اور دونوں کی روز افزوں عسکری ومعاشی طاقت کے خلاف کوئی کتر بیونت کرنے سے غافل رہے۔

سابق وزیر خارجہ جیمز بیکر نے سینٹرل ایشیا میں جو فوجی اڈے تعمیر کروائے تھے وہ روسی حکمت عملی سے ختم ہو رہے ہیں۔ امریکی کانگریس میں یہ رپورٹ پیش ہوئی ہے کہ جنوبی افغانستان پر غلبہ کے لئے ناٹو کی موجودہ فورس کم ہے۔ خطہ افغان میں امریکہ وروس کے درمیان نیا کھیل شروع ہوچکا ہے۔ امریکہ بنیادی جوہری تبدیلی کے خواب دیکھ کر بارہ روسی شہروں کے گرد چکر لگا رہا ہے تو دوسری طرف روس نے بھی سنٹرل ایشیا کی ریاستوں کو ایک پرچم تلے متحد کرنے کی غرض سے ان ریاستوں کو کامن ویلتھ کے پلیٹ فارم پر اکٹھا کرلیا۔ روسی وزیر اعظم نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ روس اور وسطی ریاستیں مشترکہ دفاع اور سریع الحرکت فوج تشکیل دینے پر رضامند ہوچکی ہیں۔ پولینڈ میں امریکن میزائل سسٹم کا منہ توڑ جواب کامن ویلتھ کی صورت میں چکایا جاچکا ہے۔ ویسے نئے امریکی پلان برائے جوہری اسلحہ کی بازگشت کے بعد یہ سچائی طشت ازبام ہوچکی ہے کہ دونوں کے درمیان نئی سرد جنگ شروع ہوچکی ہے۔

●●

ازدواجی زندگی کے آداب

سید سعید عالم

اسلام عدل ومساوات کا درس دیتا ہے۔ اسلام کے بتائے ہوئے راستے پر اگر ہم چلیں تو دونوں شکایات نہیں ہوسکتیں۔ حقوق جب ہی ملتے ہیں جب ہم اپنی ذمہ داریاں پوری کریں، فرائض ادا کریں۔ اسلام جس اعلیٰ تہذیب وتمدن کا داعی ہے وہ اسی وقت وجود میں آسکتا ہے جب ہم ایک پاکیزہ معاشرہ تعمیر کرنے میں کامیاب ہوں، اور پاکیزہ معاشرے کی تعمیر کے لئے ضروری ہے کہ آپ خاندانی نظام کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور کامیاب بنالیں۔ خاندانی زندگی کا آغاز شوہر اور بیوی کے پاکیزہ ازدواجی تعلق سے ہوتا ہے، اور اس تعلق کی خوشگواری اور استواری اسی وقت ممکن ہے جب شوہر اور بیوی دونوں ہی آداب وفرائض کو بجالانے کے لئے پوری دل سوزی، اور یکسوئی کے ساتھ عمل پیرا بھی ہوں۔

☆ بیوی کے ساتھ اچھے سلوک کی زندگی گزاریے اس کے حقوق کشادہ دلی کے ساتھ ادا کیجئے اور ہر معاملے میں احسان اور ایثار کی روش اختیار کیجئے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی گزارو“ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک بہت بڑے اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے ہدایت فرمائی: ”لوگو! سنو، عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، تمہیں ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے کا کوئی حق نہیں، سوائے اس صورت میں جب ان کی طرف سے کوئی کھلی ہوئی نافرمانی سامنے آئے، اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو پھر خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور انہیں مارو تو ایسا نہ مارنا کہ کوئی شدید چوٹ آئے اور پھر جب وہ تمہارے کہنے پر چلنے لگیں تو ان کو خواہ مخواہ ستانے کے بہانے نہ ڈھونڈو۔ دیکھو سنو! تمہارے کچھ حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق تمہارے اوپر ہیں۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو ان لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو ہرگز نہ گھسنے دیں جن کا آنا تمہیں ناگوار ہو اور سنو ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ“

جہاں تک ہوسکے بیوی سے خوش گمان رہئے اور اس کے ساتھ نباہ کرنے میں تحمل، بردباری اور عالی ظرفی کی روش اختیار کیجئے۔ اگر اس میں شکل وصورت یا عادات واخلاق یا سلیقہ اور ہنر کے اعتبار سے کوئی کمزوری بھی ہو تو صبر کے ساتھ اس کو برداشت کیجئے اور اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھتے ہوئے فیاضی، درگزر اور مصلحت سے کام لیجئے۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اور مصالحت خیر ہی خیر ہے“۔ اور مومنین کو ہدایت کی گئی ہے ”پھر اگر وہ تمہیں (کسی وجہ سے) ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر خدا نے اس میں (تمہارے لئے) بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو“ (النساء: ۱۹) اسی مفہوم کو نبیؐ نے ایک حدیث میں یوں واضح فرمایا ہے ”کوئی مومن اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر بیوی کی کوئی عادت اس کو ناپسند ہے تو ہوسکتا ہے اس کی دوسری خصلت اس کو پسند آجائے“۔

باقی صفحہ ۸ پر

”اکشئے ترتیہ“ پر کمسن بچوں کی شادیاں

عارف عزیز، بھوپال

ہندوستان میں نابالغ لڑکوں لڑکیوں کی شادی پر عرصۂ دراز سے پابندی عائد ہے۔ قانون کے مطابق شادی کے لئے لڑکے کی عمر ۲۱ سال اور لڑکی کی ۱۸ سال ہونی چاہئے۔ اس سے کم عمر میں شادی کرنا خلاف قانون عمل اور جرم ہے، جس کے بارے میں ٹی وی، ریڈیو اور اخبارات کے صفحات پر برابر پروپگنڈا ہوتا رہتا ہے پھر بھی شادی کا سیزن آتا ہے تو مختلف علاقوں سے ہر سال ایسی خبریں ملتی ہیں کہ دودھ پیتے بچوں اور بچیوں کی شادیاں رچا دی گئیں۔ خاص طور سے ”اکشئے ترتیہ“ کے دن راجستھان کے مختلف علاقوں میں قانون وسماج کو نظرانداز کرکے ایسی شادیاں کرائی جاتی ہیں اور ملک کے دوسرے علاقوں سے بھی ایسی شادیوں کی خبریں ملتی ہیں۔

راجستھان وہی ریاست ہے جہاں کے لوگ ابھی تک پتھر کے عہد میں سانس لے رہے ہیں وہاں صرف کمسن بچوں کو شادیوں کے بندھن میں ہی نہیں جکڑا جاتا، ستی جیسی قبیح رسم بھی پائی جاتی ہے، کچھ عرصہ پہلے ایک نوجوان خوبرو اور تعلیم یافتہ بیوہ کو شوہر کی چتا پر زبردستی بٹھا کر زندہ جلا دیا گیا، پھر اسے ”ستی دیوی مان کر“ کر وہاں مندر بنادیا گیا اور پوجا شروع ہوگئی، اس ریاست کے دور دراز ریگستانی علاقوں میں بعض خاندان ایسے آباد ہیں جن کے یہاں آج بھی دختر کشی کا رواج ہے۔ بیٹی کے پیدا ہوتے ہی اسے کھاٹ کے نیچے دبا کر مار دیا جاتا ہے یا زندہ دفن کردیا جاتا ہے، وہاں بعض قبائل تو ایسے پائے جاتے ہیں جن کے یہاں کئی پشتوں سے لڑکی پیدا نہیں ہوئی کیونکہ ماں کی کوکھ سے جنم لیتے ہی اس کا گلا دبا کر قصہ تمام کردیا جاتا ہے۔

ملک کی مختلف ریاستوں بالخصوص راجستھان میں ”اکشئے ترتیہ“ ایک مقدس تہوار کی طرح منایا جاتا ہے جس میں خاص طور سے کمسن بچوں کی شادیاں رچائی جاتی ہیں۔ ریاستی سرکار کا دعویٰ ہے کہ اس نے دیگر سماجی برائیوں کے ساتھ ”کمسنی کی شادی“ پر بھی قابو پالیا ہے۔ حالانکہ مختلف علاقوں سے خبریں ملی ہیں کہ اس سال بھی ہزاروں بچوں کو شادی کے بندھن میں باندھ دیا گیا ہے جس کا اوسط یہ بتایا جاتا ہے کہ اس موقع پر تقریباً ہر گاؤں میں دو کمسن بچوں کی شادی کردی گئی، ریاست کے چورو، کرولی، سوائی مادھو پور، دوسا، ٹونک، بھاگی، ہنر ہر پور، چاکسو، مال پورہ اور لال سوٹ وغیرہ اضلاع میں تو شادیوں کی کافی چہل پہل رہی، اجمیر ایک ایسا ضلع ہے جہاں ایک ہزار بچوں کو جنہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ شادی کیا ہوتی ہے رشتۂ ازدواج میں منسلک کردیا گیا، اجمیر وہی ضلع ہے جہاں سے بچپن کی شادی کے خلاف قانون ”شادی ایکٹ“ کے محرک ہربلاس شاردا تعلق رکھتے ہیں، اس ایکٹ کو نافذ ہوئے کئی دہائیاں گزر چکی ہیں پھر بھی پرانی رسم خوب پھل پھول رہی ہے۔

حالانکہ اس سے پہلے حکومت کی طرف سے اخبارات میں اشتہارات دے کر، فلم شو اور دوسرے طریقوں سے کمسنی کی شادی کے مضر اثرات سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا رہا ہے مگر ان کوششوں کا کوئی نتیجہ آج تک برآمد نہ ہوسکا اور جاہل وتوہم پرست والدین اپنی من مانی کرنے میں نہ صرف آزاد ہیں بلکہ فخر بھی محسوس کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ آگ کے ساتھ پھیرے تو اس دنیا میں بس رسم کی بات ہے ورنہ دولہا ودلہن کا رشتہ آسمان پر طے ہوجاتا ہے اور شادی کا بندھن اس زندگی کیلئے نہیں جنم جنم یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوتا ہے۔

اسی لئے ہندو دھرم کے بعض ماننے والوں کے لحاظ سے بیوہ کی دوسری شادی پر پابندی عائد ہے اور بیوہ کو اپنے شوہر کی چتا کے ساتھ ستی ہوجانا چاہئے۔ عام لوگ اس طرح کے فرسودہ رسم ورواج اور سماجی لعنتوں سے پیچھا اس لئے بھی نہیں چھڑا پاتے کہ دھرم کے بعض ٹھیکیداروں نے انہیں مذہبی رنگ دے دیا ہے وہ نہیں چاہتے کہ ان کے ماننے والے صدیوں پرانی ریتی رواجوں سے آزاد ہوں، وہاں کی پولیس اور انتظامیہ کے دیگر ذمے دار خاموش تماشائی بنے دیکھتے رہتے ہیں۔ اگر ان کی طرف سے بروقت مداخلت ہو اور قانون کی برتری کا عوام کو احساس دلایا جائے تو ہمارے معاشرے کی متعدد برائیوں کا سدباب ہوسکتا ہے۔

●●

بین الاقوامی فقہ اکیڈمی کا انیسواں اجلاس

بدر الحسن القاسمی (کویت)

اپریل کی ۳۰ رتاریخ کو شارقہ میں بین الاقوامی فقہ اکیڈمی کا ۱۹واں سالانہ اجلاس ۵ دن کی شب وروز نشست کے بعد اختتام پذیر ہوا جس میں دنیا بھر کے تقریباً دوسو علماء وفقہاء نے شرکت کی، اس کانفرنس میں دس موضوعات زیر بحث آئے جن میں بیشتر فقہی اور چند فکری موضوعات شامل ہیں۔ یاد رہے کہ بین الاقوامی فقہ اکیڈمی اسلامی آرگنائزیشن تنظیم (OIC) کا ایک فعال ادارہ ہے اور اس میں تمام مسلم ممالک کو نمائندگی حاصل ہے، اس کے علاوہ ان ملکوں کے نمائندوں کو بھی ''خبیر'' کی حیثیت سے شرکت کرنے اور زیر بحث موضوعات پر مضامین لکھنے کی دعوت دی جاتی ہے جہاں مسلم اقلیت ایک معتد بہ تعداد میں آباد ہے۔

امسال اس کانفرنس کی ضیافت متحدہ عرب امارات کی ریاست شارجہ نے کی اور بڑی فراخ حوصلگی اور خوبصورتی کے ساتھ کانفرنس کی کارروائیوں کے لئے ماحول فراہم کیا اور ضروری وسائل مہیا کئے۔

شارقہ (یا شارجہ) کو متحدہ عرب امارات کی ریاستوں میں بعض حیثیتوں سے خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ اس کے حکمراں شیخ ڈاکٹر سلطان بن محمد القاسمی اپنے علمی ذوق اور دینی حمیت کے لحاظ سے بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ انہوں نے ایک طرف اپنی ریاست کو شراب اور اس جیسی دوسری لعنتوں سے پاک رکھنے کی کوشش کی ہے تو دوسری طرف پوری ریاست میں مسجدوں اور بازاروں سب کو ایک خاص طرح کے اسلامی طرز تعمیر سے آراستہ کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ وہاں کی مسجدوں کے قبے، دارالقضاء اور دیوان شاہی، یونیورسٹی کے ہال وغیرہ کی عمارتیں اپنے مخصوص طرز تعمیر اور قبوں کی وجہ سے ان علاقوں کے عہد رفتہ کی یاد دلاتی ہیں جہاں مسلم حکمرانوں نے مخصوص طرز تعمیر کو فروغ دیا تھا، اس وقت یہ قبے شارقہ کی شناخت بن گئے ہیں۔ شیخ سلطان بن محمد القاسمی نے تاریخی وثقافتی موضوعات پر متعدد کتابیں بھی لکھی ہیں اور انگریزوں کی لکھی ہوئی اسلامی انسائیکلوپیڈیا کی بھی تصحیح کرائی ہے۔

۲۸ راپریل کو شیخ سلطان بن محمد القاسمی نے عالمی فقہ اکیڈمی کے ممتاز اراکین اور خبراء کو دوپہر کے کھانے کی دعوت پر ''قصر البدیع'' میں بلایا اور ان کی تکریم کی۔ اپنے مختصر خیر مقدمی خطاب میں علماء دین کے مقام پر روشنی ڈالی اور شارقہ میں ان کی آمد اور عالمی فقہ اکیڈمی کے انیسویں اجلاس کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کیا اور اُمت کی حالت زار کو سامنے رکھتے ہوئے علماء کو اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے لئے مزید محنت پر زور دیا۔

اکیڈمی کے صدر شیخ صالح بن حمید نے جوابی خطاب میں حاکم شارقہ کا مہمان کے استقبال، علماء کی دعوت وتکریم اور بین الاقوامی فقہ اکیڈمی کے سالانہ اجلاس کی میزبانی پر شکریہ ادا کیا اور ان کی دینی حمیت اور علم پروری کے جذبہ کو سراہا۔

یاد رہے کہ عالمی فقہ اکیڈمی کے موجودہ صدر، سعودی سپریم قضاء کونسل کے سربراہ، مجلس شوریٰ کے سابق صدر اور حرم مکہ کے امام وخطیب شیخ صالح بن حمید ہی ہیں جو خود بھی فقہ واُصول میں مہارت رکھنے والے اور بابصیرت علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جب کہ جنرل سکریٹری اُردن کے سابق وزیر اوقاف، جامعہ آل بیت کے سابق صدر ڈاکٹر عبدالسلام العبادی ہیں، جن کو فقہی علوم میں درک حاصل ہے اور جو نئے مسائل کے حل میں اُصول کے پابند اور غیر معمولی علمی وانتظامی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ کانفرنس کا افتتاحی اجلاس شارجہ یونیورسٹی کے وسیع ہال میں ہوا، اس موقع پر شارجہ کے ولی عہد محمد بن سلطان القاسمی، امانہ اوقاف کے ذمہ دار شیخ صقر بن محمد القاسمی، اسلامک آرگنائزیشن تنظیم کے جنرل سکریٹری اکمل الدین احسان اوغلو، فقہ اکیڈمی کے سابق جنرل سکریٹری شیخ محمد الحبیب بلخوجہ اور متعدد ملکوں کے وزراء اور علمائے دین موجود تھے، اس کے بعد کی تمام علمی نشستیں شارجہ کے ہوٹل ریڈیسن ساس کے ''مبارکیہ'' ہال میں منعقد ہوئیں۔ دس سے زائد اہم اور نازک ترین مسائل وموضوعات کے بارے میں دوسو کے قریب نامور علماء کو بحث ومباحثہ کی پوری آزادی حاصل رہی اس لئے شب وروز کی مسلسل مشغولیت کے باوجود وقت کی تنگ دامانی کا احساس بھی کو رہا۔

تمام نشستوں کی کارروائی امام حرم شیخ صالح بن حمید نے ہی چلائی، مقالات کا خلاصہ پیش کرنے کے بعد بحث ومناقشہ میں حصہ لینے کا موقع سبھی کو حاصل تھا، کاش علمی وفقہی مسائل میں اختصاص رکھنے والوں کے درمیان سنجیدہ علمی مناقشہ کا یہ ماحول ہمارے دینی مدارس میں عام ہوتا اور ہدایہ اور فقہ کی دوسری کتابوں کی عبارتوں کو حل کرنے کے ساتھ ساتھ جدید فقہی مسائل پر ان کے انطباق کی بھی مشق ہوجاتی تو بینکنگ وغیرہ کے نئے مسائل میں محتاط اور ماہر علماء کی اتنی کمی محسوس نہ ہوتی جو اَب ہے، ساتھ ہی پڑھے ہوئے علم کا عملی نفاذ بھی دلچسپی کا باعث ہوتا اور لوگوں کی صحیح راہنمائی ہوتی اور اس طرح ان کو بہت سے پیچیدہ سودی معاملوں سے بچایا جاسکتا۔

اس فقہی عالمی کانفرنس میں جو موضوعات زیر بحث تھے وہ یہ ہیں:

(۱) اسلامی نقطۂ نظر سے دینی آزادی کا مفہوم اور مرتد کی سزا کا حکم (۲) آزادیٔ تعبیر یا اظہار خیال کی آزادی کے حدود (۳) گھریلو زندگی میں تشدد اور عورتوں کو مارنے یا جسمانی طور پر سزا دینے کا شرعی حکم (۴) اسلامی نقطۂ نظر سے ماحولیات کی اہمیت اور اس کو آلودگی سے بچانے کا شرعی حکم (۵) اسلامی بینکوں کے معاملات کو صحیح رکھنے میں شرعی نگراں بورڈ کا رول۔ (۶) الف۔ اوقات کی جائداد کی تعمیر اور عمومی منافع کی چیزیں جیسے پل، سڑکیں وغیرہ بنواتے میں

اس موضوع کو اہل مغرب کی طرف سے اس پروپیگنڈے کے پس منظر میں رکھا گیا ہے کہ مسلمان ملکوں میں ماحولیات کی آلودگی کا مسئلہ زیادہ بڑھا ہوا ہے اور وہی پٹرول نکالنے کی وجہ سے فضا کی آلودگی کا باعث بنے ہوئے ہیں حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ صفائی اور پاکیزگی کا دم بھرنے والے اہل مغرب کو بتلایا جائے کہ جنون البقر، برڈ فلو اور اب انفلونزا الخنازیر یہ سب ان لوگوں کی پھیلائی ہوئی بیماریاں ہیں جو نہ خود اپنے کھانے پینے میں اور نہ جانوروں کو کھلانے پلانے میں پاکیزگی اور عدم پاکیزگی کا خیال رکھتے ہیں

BOT سسٹم کو اختیار کرنے کا شرعی حکم۔ (۶) ب: کمپنیوں کے شیئرز، چیک، معنوی حقوق اور منفعتوں کو وقف کرنے کا شرعی حکم (۷) تورق کی حقیقت اور اس کی مختلف قسموں کا شرعی حکم (۸) Debt Securitization اسلامی بونڈ سازی کے احکام۔ (۹) شوگر کے مریض کے لئے اس صورت میں روزہ ترک کرنے کا حکم (جب کہ اسے بار بار انسولین لینے کی ضرورت پڑتی ہو اور روزہ پر اصرار اس کے لئے جان لیوا ثابت ہونے کا اندیشہ پیدا کردے) (۱۰) ایمرجنسی آپریشن کی ضرورت کی صورت میں بیمار کی طرف سے اجازت کی شرعی حیثیت۔ (الف) وہ مریض جو آپریشن کی اجازت دینے سے انکار کردے۔ (ب) وہ بچہ جو مادر رحم میں ناف کی رسی کے گردن میں لپٹ جانے کی وجہ سے طبعی ولادت کی حالت میں نہ ہو اور آپریشن کے ذریعہ ہی اس کی ولادت میں زندہ بچنے کا امکان ہو اور اس کا ولی آپریشن کی اجازت نہ دے۔ (ج) ایسا بچہ جس کو گردے کی صفائی یا خون کی منتقلی سے قبل آپریشن کی ضرورت ہو اور ولی اجازت دینے پر تیار نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں شریعت کا حکم کیا ہوگا؟ یہ وہ عنوانات ہیں جن پر گفتگو کی گئی اور ان کے بارے میں قراردادیں منظور کی گئیں۔

پہلے اجلاس میں ۱۳ مقالات پیش ہوئے جن کا خلاصہ ڈاکٹر ناصر المیمان نے بیان کیا اور اس کے بعد ردوقدح اور مناقشوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس نشست کا عنوان تھا ''دینی آزادی کے اُصول وضوابط'' دوسری نشست میں ۱۰ مقالات پیش ہوئے جن کا خلاصہ ڈاکٹر عبدالحفیظ صلوی نے بیان کیا، اس نشست کا عنوان تھا ''تعبیر رائی کی آزادی اُصول واحکام'' خلاصہ کے بعد تفصیلی بحث ومناقشہ کا سلسلہ شروع ہوا اور ہر موضوع کے لئے الگ الگ فرعی تجاویز کمیٹی تشکیل دے دی گئی۔ اس کے بعد کی نشستوں میں نئے اقتصادی مسائل زیر بحث آنے تھے چنانچہ اسلامی بینکوں کو شرعی اُصولوں پر قائم رکھنے میں شرعی نگراں بورڈ کی حیثیت، اس کی اہمیت اور اس کے لئے درکار شرائط بحث وگفتگو کا موضوع رہے۔ اس نشست میں بنیادی طور پر ۹ مقالات پیش ہوئے جن کا خلاصہ ڈاکٹر احمد بن عبداللہ بن حمید نے بیان کیا اور پھر بحث ومناقشہ کے لئے فرعی تجویز کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کانفرنس کا چوتھا موضوع ''اسلامی چیک'' اور اس کے نفاذ کی موجودہ صورتوں کو بنایا گیا تھا۔ اس موضوع پر کل ۱۲ مقالات پیش کئے گئے اور ان کے بارے میں تفصیلی گفتگو اور بحث ومباحثہ کے بعد تجاویز منظور کی گئیں۔ پانچواں عنوان ''تورق'' اور اس کی مختلف قسموں اور نقد کے حصول کے لئے اسلامی مالیاتی اداروں میں جاری تورق کی بعض شکلیں جو شرعی حیثیت سے درست نہیں ہیں اور جن کو ''تورق منظم'' اور ''تورق عکسی'' کا عنوان دیا گیا ہے۔

اس موضوع پر ۱۵ مقالات کا خلاصہ پیش کیا گیا جس کی ذمہ داری دبئی کے مفتی ڈاکٹر احمد عبدالعزیز الحداد اور ڈاکٹر سامی سویلم پر ڈالی گئی تھی، یہ موضوع نہایت ہی معرکۃ الآراء تھا، جس کے بارے میں واضح طور پر دو رجحانات پیدا ہوگئے، ایک فریق جواز کا قائل اور اسلامی بینکوں کی سرگرمیوں کے لئے اسے ناگزیر قرار دیتا ہے تو دوسرا فریق اسے کھلی ہوئی حیلہ بازی اور ناجائز سمجھتا ہے۔ یاد رہے کہ ''تورق منظم'' اور ''عکسی تورق'' کے شرعاً ناجائز ہونے کا فیصلہ رابطہ عالم اسلامی کے ماتحت چلنے والی اسلامی فقہ اکیڈمی کے ۱۹رویں اجلاس میں ہوچکا ہے۔ ''اسلامی بینکنگ کے بعض علمبردار اپنے رب کے ساتھ معاملہ کرنے میں جس طرح کی حیلہ بازیاں کرتے ہیں وہ ہم لوگ اپنے ڈائریکٹروں کے ساتھ بھی نہیں کرسکتے۔'' اس مسئلہ پر جو قرارداد منظور کی گئی اس میں بھی اسے واضح طور پر ناجائز قرار دیا گیا جس کی وجہ سے بعض حلقے یہ اندیشہ ظاہر کرنے لگے ہیں کہ اسلامی مالی اداروں کو سیولتہ (نقد) کے حصول میں اس قرارداد کی وجہ سے دشواری پیدا ہوتی۔ لیکن جہاں مسئلہ حلال وحرام کا ہو وہاں اس طرح کے اندیشوں کو اہمیت نہیں دی جاسکتی ورنہ اسلامی مالی اداروں کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ چھٹا موضوع گھریلو اُمور میں تشدد کے رجحان کا تھا جس کی وجہ وہ نام نہاد پروپیگنڈا ہے کہ اسلام میں عورتوں کو مارنے اور جسمانی طور پر اذیت دینے کو روا رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے مسلمان عورتیں تشدد کا شکار بنائی جاتی ہیں۔ اس موضوع پر کل گیارہ مقالات لکھے گئے تھے جن کا خلاصہ ڈاکٹر یوسف قرعوش نے پیش کیا۔ اس موضوع پر جو مقالات پیش کئے گئے وہ نہایت قیمتی اور اہم ہیں لیکن ان میں مسلم معاشروں میں عورتوں پر زیادتی کا اقرار کرتے ہوئے اس کی توجیہات پیش کی گئی ہیں جب کہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ ایک موازنہ پیش کیا جاتا جس میں یوروپ اور امریکہ میں عورتوں پر ہونے والے تشدد کا جائزہ لیا جاتا تو یہ بات واضح ہوجاتی کہ مسلم معاشروں کے مقابلہ میں ان ممالک میں تشدد زیادہ ہے جب کہ اسلامی تعلیمات میں عورت کو اس کا صحیح مقام دیا گیا ہے اور مرد کو تلقین کی گئی ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا ثبوت دے۔

ساتویں مسئلہ کا تعلق اوقاف کی جائداد سے تھا، اس نشست میں اوقاف کی بعض ایسی شکلیں زیر بحث آئیں جو نئے زمانہ کی پیداوار ہیں اور ماضی میں ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس سلسلہ میں ایک مسئلہ کمپنیوں کے شیئرز، چیک اور معنوی حقوق اور منفعتوں کے وقف کرنے کا ہے جو ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اس موضوع پر کل آٹھ مقالات لکھے گئے تھے جن کا خلاصہ ڈاکٹر منذر قحف نے پیش کیا اور بحث ومناقشہ کے بعد جو قرارداد منظور کی گئی اس میں اس طرح کے وقف کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ وقف سے متعلق دوسرا موضوع BOT سسٹم کے تحت اوقاف کی جائداد کی تعمیر کا تھا، مثال کے طور پر کسی کمپنی کو پل یا عمارت بنانے کا ٹھیکہ دیا جائے اور تعمیر کے اخراجات بعد میں کمپنی اس تعمیر شدہ جائداد کو کرایہ پر لگا کر وصول کرے پھر اصل جائداد مالک کے سپرد کردی جائے۔ اس موضوع پر کل دس مقالات لکھے گئے تھے جن کا خلاصہ ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ نے پیش کیا اور بحث ومناقشہ کے دوران مولانا محمد تقی عثمانی، ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ اور دیگر فقہاء کا رُجحان یہ تھا کہ یہ ''عقد استصناع'' کے ضمن میں آتا ہے۔ جب کہ ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان اسے ''عقد جدید'' کا عنوان دینے پر مصر تھے، کچھ لوگوں نے اسے ''عقد اجارہ'' سے جوڑنے کی کوشش کی اور بالآخر قرارداد میں اسے ''عقد جدید'' کا ہی عنوان دیا گیا ہے اور شرعی حیثیت سے اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔

آٹھواں عنوان ''شوگر کی بیماری اور روزہ تھا۔'' اس موضوع پر کل سات بحثیں لکھی گئی تھیں جن میں تونس کے سابق مفتی شیخ محمد مختار السلامی اور ڈاکٹر احمد رجائی الجندی وغیرہ کے مقالات بھی تھے۔ اس میں مریض کی حالت کی طبی تقسیم کو بنیاد بنانے کے بجائے روزہ توڑنے کا مدار مریض کی قوت تحمل کو قرار دیا گیا تھا جب کہ اس سلسلہ میں کویت کے فعال ادارے اسلامی آرگنائزیشن برائے میڈیکل تحقیقات'' کی طرف سے منعقد کردہ سیمینار میں منظور شدہ قرارداد کو بنیاد بنایا گیا ہے جس میں شوگر کے مریضوں کی حالت کے لحاظ سے ان کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان میں سے نمبر ۱ اور نمبر ۲ کے لئے روزہ ترک کرنے کی اجازت دی گئی ہے جب کہ تیسرے اور چوتھے اسٹیج کے مریضوں کو اس کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

نواں موضوع ایمرجنسی آپریشن کے وقت مریض یا اس کے ولی کی طرف سے اجازت کا مسئلہ تھا۔ دسواں اور آخری موضوع ماحولیات کی حفاظت سے متعلق تھا اس موضوع پر ۱۶ مقالات لکھے گئے تھے جن میں ماحولیات کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے۔ ان مقالات کا خلاصہ مشترکہ طور پر ڈاکٹر جعفر عبدالسلام اور ڈاکٹر شوقی احمد دنیا نے پیش کیا۔

اس موضوع کو اہل مغرب کی طرف سے اس پروپیگنڈے کے پس منظر میں رکھا گیا ہے کہ مسلمان ملکوں میں ماحولیات کی آلودگی کا مسئلہ زیادہ بڑھا ہوا ہے اور وہی پٹرول نکالنے کی وجہ سے فضا کی آلودگی کا باعث بنے ہوئے ہیں حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ صفائی اور پاکیزگی کا دم بھرنے والے اہل مغرب کو بتلایا جائے کہ جنون البقر، برڈ فلو اور اب انفلونزا الخنازیر یہ سب ان لوگوں کی پھیلائی ہوئی بیماریاں ہیں جو نہ خود اپنے کھانے پینے میں اور نہ جانوروں کو کھلانے پلانے میں پاکیزگی اور عدم پاکیزگی کا خیال رکھتے ہیں جب کہ اسلام نے ''طیبات'' کو حلال قرار دیا ہے ''خبائث'' کو ناجائز قرار دیا ہے اور جن میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے صرف خارجی ماحول ہی نہیں خود انسانوں کی صحت وسلامتی کو زبردست خطرہ لاحق ہے۔ دوسری بات یہ کہ حیوانات کے ساتھ اچھا برتاؤ تو رحمت للعالمینؐ نے سکھلایا اور یہ خبر دی ہے کہ ایک شخص ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے جنت کا مستحق بن گیا جب کہ ایک عورت ایک بلی کو اذیت دینے کی وجہ سے جہنم کی مستحق بن گئی لیکن اہل مغرب جس طرح کتوں کے ساتھ کھاتے پیتے اور اٹھتے بیٹھتے ہیں اور نہ صرف اس کے جھوٹے کو استعمال کرتے ہیں بلکہ بعض دفعہ اس کے منہ میں دودھ ڈال کر پھر اس میں سے زبان لگا کر پیتے ہیں جو سرتا سر فطرت کے منافی اور کتوں میں پائے جانے والے جراثیم کو انسانوں میں پھیلانے کی مذموم کوشش ہے۔ جب کہ نبی رحمتؐ نے اُس برتن کو جس میں کتے نے منہ ڈال دیا ہو سات بار دھونے کی تلقین فرمائی ہے اور ایک بار مٹی سے بھی تاکہ اس کے اثر سے پھیلنے والے جراثیم کے نقصان سے انسان محفوظ رہ سکے۔ اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی اہل مغرب کو سمجھانے کی ہے کہ اسلام نے طہارت کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے اور وضو، غسل جنابت پھر مسواک کے ذریعہ دانتوں کی صفائی کا ایسا نظام قائم کردیا ہے کہ آدمی ہر طرح کی آلودگی سے محفوظ رہتا ہے۔ بلکہ ختنہ کی مشروعیت کی حکمت بھی یہی ہے کہ اس سے کامل پاکیزگی اور طہارت میں آسانی ہوتی ہے۔ اسلام نے میت کی لاش کو جلانے کے بجائے دفن کرنے کا حکم دیا ہے جس سے فضا آلودگی سے محفوظ رہتی ہے، اسی طرح نہر میں مردہ لاشوں کو بہانے سے بھی پانی آلودگی کا شکار ہوجاتا ہے۔ شریعت نے ان تمام آفتوں سے لوگوں کو محفوظ کردیا ہے، ایٹمی اور دیگر تباہ کن اسلحہ کی تباہ کاریاں الگ دنیا کو آلودہ کررہی ہیں اور ان کے ایندھن کو تیسری دنیا کے ملکوں اور سمندری ساحلوں کے آس پاس دفن کرنے کی کوشش بھی بڑی طاقتوں کی طرف سے ہی کی جاتی ہے اس لئے آلودگی سے ماحولیات کو بچانا انہی لوگوں کا کام ہے جو اس آلودگی کو پھیلا کر پھر واویلا مچارہے ہیں۔

پانچ روزہ اس اہم فقہی وفکری کانفرنس میں جو اس وقت عالم اسلام کے سب سے اہم اور موقر ترین ادارے (''مجمع الفقه الاسلامی الدولی'' بین الاقوامی فقہ اکیڈمی) کی کانفرنس تھی اس میں سیکڑوں مقالات پیش کئے گئے اور طویل بحث ومناقشے کے بعد کانفرنس کے اختتام پر جن قراردادوں کا اعلان کیا گیا ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے: ☆ مذہبی آزادی شریعت اسلامیہ کا ایک مسلمہ اُصول ہے جو ایک طرف انسانی فطرت کا تقاضا ہے تو دوسری طرف اسلام میں ''ذمہ داری'' کے اُصول سے وابستہ ہے اور اس کا مقصد انسان کی بحیثیت انسان تکریم ہے۔ ☆ اسلامی معاشرہ کو اپنی شناخت برقرار رکھنی چاہئے، اس لئے فکری انحراف اور فاسد افکار وخیالات سے اس کی حفاظت ضروری ہے۔ دوسری طرف دین کے معاملہ میں زور زبردستی کی قرآن نے نفی کی ہے اور پوری اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے دوسری قوموں اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ ہمیشہ رواداری کا معاملہ رکھا ہے۔ دوسری طرف فقہی مسائل میں مسلکی اختلافات طبعی چیزیں ہیں لیکن نقطۂ نظر میں اس طرح کے اختلاف کو باہم دشمنی وعناد کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ آپس میں تعاون کا رشتہ برقرار رہنا چاہئے۔ دینی مسلمہ حقائق کے بارے میں شک وشبہ پیدا کرنے کی کوشش پر مکمل پابندی ہونی چاہئے تاکہ معاشرہ میں اس طرح کی حرکتوں سے انتشار پیدا نہ ہو اور آزادی کے نام پر مسلم معاشرہ میں لادینیت اور کفر والحاد پھیلانے کا حق کسی کو نہ ہو، اور کسی شخص کے دین سے منحرف ہوجانے یا مرتد ہوجانے کے بارے میں فتویٰ کا حق معتبر ومستند علماء کو ہوگا اور عدالت کو حق ہوگا کہ وہ ایسے شخص کو توبہ کرائے اس سے شبہات کو دور کرنے کی کوشش کرے اور اس کے لئے درکار مہلت کا استعمال کرے۔ ردت کا برملا اظہار معاشرہ میں امن وسلامتی برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے اور فکری آزادی کے حق کو بنیاد بنا کر جو شخص انتشار پیدا کرے عدالت کی طرف سے اسے سزا دی جائے گی۔ مسلم ملکوں کے سربراہوں سے یہ اپیل بھی ہے کہ وہ اپنی قوم کے افراد کے لئے غذا، رہائش کا مکان، تعلیم اور ملازمت کی سہولتیں فراہم کرے تاکہ لوگ اسلام دشمن افکار کے نرغے میں آنے سے محفوظ رہیں۔

(۲) حریت تعبیر یا اظہار رائے کی آزادی اسی حد تک قابل برداشت ہے جو دوسروں کے حق سے متصادم نہ ہو اور کسی کی عزت وآبرو یا شہرت معاشرہ میں مقام کو نشانہ

باقی صفحہ ۶ پر

خطوط و مسائل

''مسلم رہنماؤں نے بیان بہت سوچ سمجھ کر دیا ہے''

''خبر ونظر'' کے تحت ۱۰ رمئی ۲۰۰۹ء کے شمارہ میں ''جب میڈیا میں یہ خبر آئی'' کے تحت آپ نے لکھا ہے کہ پاکستان کے قبائلی علاقہ میں سکھوں سے جزیہ لینے کے بارے میں مسلم رہنماؤں کا بیان جلد بازی پر مبنی تھا اور یہ کہ ہم نے بغیر تحقیق کے بیان دے ڈالا۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے دفتر میں صورتحال معلوم کرنے کے لئے انٹرنیٹ کھنگالا گیا مگر ۴ رمئی کے ڈان کی ایک خبر کے علاوہ کچھ نہیں ملا جس میں کہا گیا ہے کہ ۱۱۵ سکھ خاندانوں کا ایک قافلہ بونیر سے حسن ابدال میں گرودوارہ پنجہ صاحب پہنچ گیا ہے اور حالات معمول پر آتے ہی وہ لوگ اپنے گھر لوٹ جائیں گے۔ یہ نہیں معلوم آپ کے یہاں کس طرح انٹرنیٹ دیکھا گیا۔ البتہ ہم نے جب انٹرنیٹ دیکھا تو ہم کو بیسیوں خبریں سکھوں سے جزیہ طلب کرنے، ان کو اغوا کرنے اور ان کے گھر اور دکانیں مسمار کرنے کی خبروں سے بھری ہوئی ملیں۔ ڈان کی ۳۰ راپریل کی اشاعت میں سکھوں کے گھروں کی مسماری کا فوٹو بھی چھپا ہے جس کی کاپی میں آپ کو اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ دراصل آپ نے دو الگ الگ مسئلوں کو ایک ساتھ ملا دیا ہے۔ سکھوں سے جزیہ وصول کرنے، اغواء کرنے، مکانات ودوکانوں کی مسماری اور ان کے علاقہ چھوڑنے کا واقعہ اورکزئی ایجنسی میں پیش آیا ہے جو کہ قبائلی علاقہ کا ایک حصہ ہے اور جو خبر آپ نے شائع کی ہے وہ بونیر کی ہے جو قبائلی علاقہ کا دوسرا علاقہ ہے۔ اس خطے میں سب سے پہلے جماعت اسلامی مہاراشٹر کا میڈیا سیل پڑا اور اس نے ۵ رمئی کو ہمارے بیان کے ساتھ بونیر کی خبر مختلف لوگوں کو بھیجی کہ ہم نے جلد بازی میں حقائق جانے بغیر بیان دے دیا ہے۔ میڈیا سیل کا ای میل میرے پاس بھی آیا اور میں نے ان کو فوراً پاکستانی اخبارات ورسائل کی ویب سائٹس سے ۱۳ رپورٹیں کاپی کرکے بھیج دیں کہ خود دیکھ لیں کہ پاکستانی وسائل ابلاغ کیا کہہ رہے ہیں۔ میڈیا سیل سے فوراً معذرت کا ای میل آیا اور انہوں نے ہمارے ای میل کو اپنی لسٹ میں دوسرے لوگوں کو بھی فوراً ہی بھیج دیا۔ مذکورہ پاکستانی رپورٹوں کی ایک کاپی آپ کو بھی بھیج رہا ہوں۔ مزید تعجب ہے کہ آپ نے لاہور فون کرنا مناسب سمجھا لیکن اپنے ہی محلے میں فون کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی ورنہ یہ غلط فہمی اسی وقت ختم ہوگئی ہوتی۔ مزید برآں عرض ہے کہ اس مسئلہ پر بیان دینا ملی مصلحت کے عین مطابق تھا خصوصاً جب کہ سکھ حضرات اور بعض ہندو تنظیمیں بشمول بی جے پی اس کو ایک مسئلہ بنارہی تھیں۔ یہ کہنا مبالغہ آرائی نہ ہوگی کہ ہمارے بیان کی وجہ سے جہاں مسئلہ کی وضاحت ہوئی ہے وہیں فسطائی ذہنیت رکھنے والوں کے ہاتھ سے اسلام اور مسلمانوں پر حملہ کرنے اور ہندوستانی مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کا ایک موقع جاتا رہا۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام خاں
صدر، آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی

(اس بیان پر ایڈیٹر کا نوٹ آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں، طالبان کی حقیقت جاننے کے لئے دیکھیں اسی شمارے کا خبر ونظر)

امریکہ کی بین الاقوامی دہشت گردی

جب سے امریکہ دنیا کا واحد سپر پاور بنا ہے وہ دہشت گردی کی بلندیوں پر پرواز کر رہا ہے اس کا سب سے بڑا نشانہ اس وقت ہمارا ہی ملک ہے وہ ملکوں کے اقتدار اعلیٰ کو نشانہ بناتا ہے اور حکمرانوں کی بین الاقوامی امور میں آزادانہ فیصلہ کرنے کی صلاحیت پر پابندی لگا دیتا ہے۔ ہندوستان کو ایران سے طے شدہ تیل کی خریداری کے لئے معاہدے کو ملتوی کرنا پڑا جس کی وجہ سے ہندوستان کروڑہا روپیہ کے استفادے سے محروم رہ گیا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ امریکہ کے نئے صدر اوباما اب خود ایران کے خلاف معاندانہ پالیسی ترک کرکے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ ایسی صورت میں بھارتی حکومت کو چاہئے کہ وہ بش کے دور میں ہوئے معاہدوں پر عمل آوری ترک کردے اور ایران سے طے شدہ گیس پائپ لائن کے معاہدے پر عمل کرے کہ اس میں ہندوستان کا فائدہ ہے یقین ہے اوباما بھی اس اہم پروجکٹ کی مخالفت نہیں کریں گے۔ کم سے کم الیکشن کے بعد جو نئی حکومت بنے وہ ادھر توجہ دے۔

ڈاکٹر عبدالحمید مخدومی، گلبرگہ

بقیہ: برہان پور کا تابناک ماضی

بیان کیا جاتا ہے کہ انتقال کے دوسو برس بعد ندی کی شورش یا کٹاؤ کے سبب جب ان کی قبر کی منتقلی عمل میں آئی تو لاش جوں کی توں پائی گئی۔ سید محمد ہاشم کشمی شعر وسخن کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ نعتیہ کلام زیادہ کہا ہے۔ یہ شعر انہی کا ہے۔

دلہا چہ بود خانہ سودائے محمد
جاں ہا صدف گوہر یکتائے محمد

''دل کیا ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ودیوانگی کے گھر۔ اور روحیں آپ کے انمول موتیوں کی سیپیاں ہیں''۔ ایک جگہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں ڈوب کر کہتے ہیں۔

او شد سبب اظہار ربوبیت حق را
زیں پس بشکن خامہ و در پیچ ورق را

''آپ ﷺ حق تعالیٰ کی شان ربوبیت کا مظہر ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ بس اسی پر قلم توڑ دو اور ورق لپیٹ دو''۔

یاد آرہا ہے، اسی مضمون کو اور زیادہ خوبصورت انداز میں عصر حاضر کے ایک ہندو شاعر نے اس طرح باندھا ہے

صورت تری معیار کمالات بنا کر
دانستہ مصور نے قلم توڑ دیا ہے

تصوف کی دنیا کے اور بھی کئی لعل وگہر ہیں جن سے علاقہ نماڑ کو روشنی ملی اور انھوں نے یہاں کی فضا کو اپنی معطر سانسوں سے مہکایا۔ مثلاً شیخ نظام الدین عرف شاہ بھکاری علیہ الرحمہ، جو بابا فرید (فرید الدین گنج شکر) کے خلیفہ تھے، اسی شہر میں خیمہ زن ہوئے۔ شیخ بہاء الدین باجن (م: ۹۹۲ھ) جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے تھے، اسی شہر میں مصلے نشیں ہوئے۔ اسی طرح شاہ ملک شرف الدین شہباز، شاہ نعمان چشتی، شاہ عبدالحکیم چشتی، شاہ حمید الدین چشتی، شاہ منصور مجذوب چشتی، شاہ بھیکن علیہ الرحمہ اور نہ جانے کیسے کیسے خدا رسیدہ بزرگ یہاں کی خاک میں مدفون ہیں۔ جن کے نفس گرم سے زندگی کی سرد انگیٹھیاں سلگیں اور دلوں کی دنیا میں انقلاب آیا۔

کیا حسن نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے
ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

عادل شاہ فاروقی کی تعمیر کردہ سرائے (اتاؤلی سرائے) ایک لمبے عرصے تک علماء و مشائخ اور تشنگان علوم وفنون کے لئے کنج عافیت بنی رہی۔ جو مسافروں کو بھی سر چھپانے کی جگہ دیتی اور ان کے دکھوں کا مداوا کرتی تھی۔ یہاں طالبان علوم نبوت کا اژدھام رہتا۔ اس کے درودیوار سے ذکر الٰہی کی صدائیں آتی تھیں۔ لیکن زمانے کی گردشوں نے اس کی محفلیں اجاڑ دیں۔ عمارت کھنڈر میں تبدیل ہوگئی اور درودیوار سے وحشت برسنے لگی۔ کئی صدیاں یوں ہی بیت گئیں۔ مدتوں سکوت چھایا رہا۔ یہاں تک کہ مشیت ایزدی نے انگڑائی لی اور آج سے ٹھیک تیرہ سال پہلے یہاں کے علم دوست احباب میں عظمت رفتہ کی بازیابی کا احساس ابھرا۔ اللہ جزائے خیر دے مفتی رحمت اللہ قاسمی اور ان کے رفقائے گرامی (سید ریاض الدین مرحوم، مولانا بشیر الدین ندوی مرحوم اور مولانا خلیل اللہ رحمانی مرحوم) کو۔ جن کی کوششوں سے یہاں ایک دینی ادارہ (دارالعلوم شیخ علی متقی) کی بنیاد پڑی۔ اس طرح یہ ویرانہ آبادی میں بدلا اور صحرا میں پھول کھلنے لگے۔ مذکورہ ادارے کے ناظم تعلیمات مولانا محمد سلیم گنوری ندوی ہیں۔ یہاں حفظ اور تجوید کے ساتھ عربی ششم تک عالمیت کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ کل ملاکر تقریباً تین سو طلباء زیر تعلیم ہیں۔ اس ادارے کے تحت شہر اور اطراف میں ۳۸ مکاتب چل رہے ہیں۔ پسماندہ علاقوں میں مساجد کی تعمیر، فری میڈیکل کیمپ اور غریب ونادار لڑکیوں کی شادیاں بھی اس کی ترجیحات میں شامل ہیں۔ اس طرح اب یہ امید کی جاسکتی ہے کہ برہان پور نہ صرف یہ کہ اپنی گمشدہ عظمت کی بازیابی میں کامیاب ہوگا بلکہ دور جدید کے تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو بدلنے اور زمانے کے قدم بقدم چل کر اپنی نئی امیج بنانے کا حوصلہ بھی اپنے اندر پیدا کرلے گا۔ اور یہی دانش وبینش کا تقاضا بھی ہے۔ اس دور میں زندہ رہنے اور ترقی کرنے نیز اپنی نسلوں کو فوز وفلاح سے ہمکنار کرنے کا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

جو پیاسے ہو تو اپنے ساتھ رکھو اپنے بادل بھی
یہ دنیا ہے وراثت میں کنواں کوئی نہیں دے گا

●●

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● نئی دہلی- سپریم کورٹ نے حکومت اترپردیش کو بی جے پی لیڈر وِرون گاندھی کے خلاف قومی سلامتی ایکٹ کے تحت درج مقدمہ کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔

● احمد آباد- گجرات ہائی کورٹ نے ریاستی حکومت سے کہا ہے کہ وہ آٹھ ہفتے کے اندر گودھرا ٹرین سانحہ کے بعد گجرات میں ہوئے فسادات کے تقریباً ۲۹ ہزار متاثرین میں معاوضہ کے ۲۶۲ کروڑ روپے تقسیم کرے۔

● نئی دہلی- سماج وادی پارٹی کے صدر ملائم سنگھ یادو نے کہا ہے کہ کسی مسئلہ پر ان کا امر سنگھ سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔

● لکھنؤ- نیشنل دلت الیکشن واچ نے کہا ہے کہ اترپردیش میں پانچ مرحلوں میں ۸۰ نشستوں کے لئے ہوتے انتخابات میں دلتوں کو رائے دہی سے محروم رکھنے کے ۱۶۴ معاملے سامنے آئے۔

● نئی دہلی- بی جے پی کے ترجمان روی شنکر پرساد نے سی پی ایم کے جنرل سکریٹری پرکاش کرات کی جانب سے کانگریس کی حمایت کے اشارے پر کہا کہ اس سے نہ صرف سی پی ایم کا اصل چہرہ بے نقاب ہوگیا بلکہ حقیقی جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی تھرڈ فرنٹ کے ٹوٹ جانے کا اشارہ بھی ہے۔

● نئی دہلی- سپریم کورٹ نے او بی سی کریمی لیئر کے لئے آمدنی کی حد ڈھائی لاکھ روپے سے بڑھا کر ساڑھے چار لاکھ روپے کرنے کے حکومت کیرلا کے فیصلہ پر جواب طلب کیا ہے۔

● نئی دہلی- سی پی آئی کے لیڈر ڈی راجہ نے کہا ہے کہ ان کی پارٹی نہ تو کانگریس اتحاد کی حمایت کرے گی اور نہ بی جے پی کو فائدہ اٹھانے دے گی۔

● نئی دہلی- سی پی ایم کے لیڈر سیتا رام یچوری نے بی جے پی کے لیڈر ایل کے آڈوانی، تیلگو دیشم کے لیڈر چندرا بابو نائیڈو اور دیگر سے امریکی سفیر پیٹر برلے کی ملاقات پر ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ پارٹیوں کو مشورہ دیا جارہا ہے کہ وہ کسی کی حمایت کریں اور کس کی سرکار بنوائیں۔ یہ ملک کے اندرونی امور میں مداخلت ہے۔

● نئی دہلی- حکومت کے ذریعہ بٹلہ ہاؤس مبینہ انکاؤنٹر کی مجسٹریٹ سے تفتیش کرانے سے انکار کئے جانے کے بعد دہلی ہائی کورٹ نے اس بات کا اشارہ دیا ہے کہ انکاؤنٹر کی تفتیش انسانی حقوق کمیشن کو سونپی جاسکتی ہے۔ عدالت نے کمیشن سے یہ پوچھا کہ وہ تفتیش مجسٹریٹ سے کرائے گی یا پھر اس کے لئے اپنے افسر مقرر کرے گی۔ عرضی دہندگان نے جوڈیشل تفتیش کی درخواست کی ہے۔

● احمد آباد- سپریم کورٹ کی ہدایت کے بعد گجرات فسادات سے منسلک کچھ معاملوں کی سماعت کے لئے تشکیل کردہ ۹ فاسٹ ٹریک عدالتوں میں سے ایک عدالت نے گلبرگہ سوسائٹی اجتماعی قتل معاملہ میں کام کرنا شروع کردیا اور ۷۰ سے زائد ملزموں کو سمن بھیجا ہے۔

● نئی دہلی- ہندوستان نے بڑی خاموشی کے ساتھ اپنے تمام کیمیاوی اور جراثیمی ہتھیاروں کے ذخائر تباہ کردیئے ہیں۔ اس طرح ہندوستان نے فوجی طاقت کم کرنے کے اس عہد کی پاسداری کی جس کی بین الاقوامی برادری متقاضی تھی۔

● نئی دہلی- سپریم کورٹ نے پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ کیپٹن امریندر سنگھ کی وہ عرضی مسترد کردی جس میں انہوں نے درخواست کی تھی کہ ان کے خلاف زیر سماعت بدعنوانی کے کیس کو پنجاب کے باہر منتقل کیا جائے۔ عدالت کے اس فیصلہ کو وزیر اعلیٰ پرکاش سنگھ بادل کی بڑی فتح قرار دیا جارہا ہے۔

● نئی دہلی- سپریم کورٹ نے آندھرا پردیش کے سرکاری اسپتال کی طبی لاپروائی کی وجہ سے مستقل معذوری کا شکار ہوئے ایک سافٹ ویئر انجینئر کو ایک کروڑ روپے معاوضہ دینے کا حکم دیا ہے۔

● سری نگر- جموں وکشمیر میں حریت کانفرنس کے لیڈر مولوی عمر فاروق، یٰسین ملک اور دیگر کی نظر بندی ختم کردی گئی انہیں لوک سبھا انتخابات کے پیش نظر بند کیا گیا تھا۔ سید علی شاہ گیلانی ابھی بھی نظر بند ہیں۔

بین الاقوامی

● بیت اللحم- عیسائیوں کے سب سے بڑے مذہبی رہنما پوپ بینڈکٹ نے اسرائیل اور فلسطین کے درمیان اسرائیل کے ذریعہ تعمیر کردہ دیوار کو مزاحمت کی علامت قرار دیا اور کہا کہ اگر دونوں اپنی باتوں پر اڑے رہے تو اس کے نتیجہ میں صرف تعطل ہی ہاتھ لگے گا۔

● لندن- پاکستانی صدر آصف علی زرداری کے دورہ کے دوران برطانوی وزیر اعظم گورڈن براؤن نے اگلے چار برسوں میں تعلیم اور صحت کے شعبہ میں پاکستان کو ٦٦ کروڑ ڈالر کی امدادی رقم دینے کا اعلان کیا ہے۔

● اقوام متحدہ- اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے سری لنکا میں جاری لڑائی میں ہلاک ہونے والے شہریوں پر پہلی مرتبہ سخت تشویش ظاہر کی ہے اور فوج اور باغیوں سے شہریوں کے تحفظ کے لئے فوراً ضروری قدم اٹھانے کے لئے کہا ہے۔

● کوئٹہ- افغان سرحدی شہر چمن بولاک میں ایک خودکش حملے میں دس پولیس اہلکاروں سمیت چودہ افراد ہلاک اور سولہ زخمی ہوگئے۔ حکومت نے واقعہ کی ذمہ داری طالبان پر عائد کی ہے۔

● واشنگٹن- امریکی صدر بارک حسین اوبامہ نے عراق اور افغانستان میں امریکی فوج کے قید خانوں میں بدسلوکی کی تصاویر کی اشاعت روکنے کے لئے قانون کارروائی شروع کردی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ تصاویر اشتعال انگیز ہوسکتی ہیں۔ ان کی اشاعت سے امریکہ مخالف جذبات بھڑک سکتے ہیں۔ عدالتی حکمت کے تحت یہ تصاویر ۲۸ مئی کو ریلیز ہونی تھی۔

● کابل- جنوبی افغانستان میں برطانیہ کا ایک جنگی طیارہ حادثہ کا شکار ہوگیا۔ ناٹو کی اطلاع کے مطابق حادثہ میں طیارہ کا پائلٹ زخمی ہوگیا۔

● رنگون- اپنے گھر میں نظر بند برما کی جمہوریت حامی رہنما آن سان سوچی کو جیل منتقل کردیا گیا اور ان کے خلاف مقدمہ درج کئے جانے کا امکان ہے۔ یہ کارروائی ایک امریکی شہری کے ان کے پاس بن بلائے آنے پر کی گئی۔

● سڈنی- آسٹریلیا کے وزیر اعظم کیون روڈ نے کہا ہے کہ وقت سے پہلے انتخابات کرانا ملک کے مفاد میں نہیں ہوگا۔ اس سے ملک اور معیشت کو نقصان پہنچے گا۔

● واشنگٹن- امریکہ کے ڈپٹی وزیر خارجہ رچرڈ باوچر نے کہا ہے کہ سری لنکا کی سرکار جنگی علاقوں میں پھنسے شہریوں کی سیکورٹی کے اپنے وعدے پر عمل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ انہوں نے ممنوعہ تنظیم ایل ٹی ٹی ای سے بھی لڑائی بند کرنے اور ہتھیار ڈالنے کے لئے کہا ہے۔

● نیویارک- نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق اوبامہ انتظامیہ کے افسران نے ڈوورن طیارہ تکنیک کا پاکستانی سیکورٹی فورسیز کے ساتھ اشتراک کرنے کی سخت مخالفت کی ہے۔

● صومالیہ- صومالیہ کے صدر شیخ شریف شیخ احمد نے اس بل پر دستخط کردیئے ہیں جو ملک میں شرعی قوانین کے نفاذ کو منظوری دیتا ہے۔

● اسلام آباد- پاکستان کے وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے کہا ہے کہ سوات آپریشن ضرور کامیاب ہوگا، تاہم جنگ تو فوجی لحاظ سے جیت لی جائے گی متاثرین کے دل بھی جیتنا ہوں گے، رپورٹ کے مطابق فی الحال ۳۸ / فیصد علاقوں پر پاکستان کا قبضہ ہوگیا۔

● واشنگٹن- امریکی صدر بارک حسین اوبامہ نے حکومت سری لنکا سے کہا ہے کہ وہ مستقل امن کو یقینی بنائے۔ اگر موجودہ صورتحال پر فوراً قابو نہیں پایا گیا تو حالات کافی تباہ کن ثابت ہوسکتے ہیں۔

● نیویارک- انسانی حقوق کی تنظیم ہیومن رائٹس واچ نے کہا ہے کہ پاکستانی مسلح افواج اور طالبان کو وادی سوات میں جاری جنگ کے دوران وہ تمام ضروری اقدامات کرنے چاہئیں جن سے بے گناہ شہریوں کی جانوں کا اتلاف رُک سکے۔

● ڈھاکہ- بجلی کے سخت بحران کے باعث بنگلہ دیش نے ۲۰۱۵ء تک ملک میں پہلا جوہری توانائی پلانٹ لگانے کے لئے روس کے ساتھ ای معاہدہ کیا ہے۔

۲۰۰۹ء کے پارلیمانی انتخابات میں سیاسی پارٹیوں کی کارکردگی

پارٹیاں		نشستیں		ووٹ	
قومی پارٹیاں	اُمیدوار	کامیاب	کامیابی کا تناسب	موصولہ ووٹ	ووٹوں کا تناسب
بی جے پی	364	138	37.91	86371561	22.16
بہوجن سماج پارٹی	435	19	4.37	20765229	5.33
سی پی آئی	34	10	29.41	5484111	1.41
سی پی ایم	69	43	62.32	22070614	5.66
کانگریس	417	145	34.77	103408949	26.53
این سی پی	32	09	28.12	7023175	1.8
کل	1351	364	26.94	245123639	62.89
علاقائی پارٹیاں					
اروناچل کانگریس	1	0	0	76527	0.02
اے ڈی ایم کے	33	0	0	8547014	2.19
آسام گن پریشد	12	2	16.67	2069600	0.53
فارورڈ بلاک	10	03	30	1365055	0.35
ترنمول کانگریس	33	02	06.06	8071867	2.07
بیجو جنتا دل	12	11	91.67	5082849	1.3
سی پی آئی مالے (ایل)	65	0	0	1281688	0.33
ڈی ایم کے	16	16	100	7064393	1.81
ایف پی ایم	01	0	0	88179	0.02
انڈین نیشنل لوک دل	20	0	0	1936703	0.5
جنتا دل سیکولر	43	03	6.98	5732296	1.47
جنتا دل متحدہ	73	08	10.96	9144963	2.35
نیشنل کانفرنس	06	02	33.33	493067	0.13
پانتھرس پارٹی	07	0	0	70078	0.02
پی ڈی پی	03	01	33.33	267457	0.07
جھارکھنڈ مکتی مورچہ	09	05	55.56	1846843	0.47
کیرلا کانگریس	01	01	100	353905	0.09
کیرلا کانگریس (ایم)	01	0	0	209880	0.05
ایم جی پی	02	0	0	7584	0
ایم ڈی ایم کے	04	04	100	1679870	0.43
ایم این ایف	01	01	100	182864	0.05
ایم پی پی	01	0	0	77055	0.02
مسلم لیگ (کے ایس سی)	10	01	10	770098	0.2
این پی ایف	03	01	33.33	715366	0.18
پی ایم کے	06	06	100	2169020	0.56
راشٹریہ جنتا دل	42	24	57.14	9384147	2.41
راشٹریہ لوک دل	32	03	9.38	2463607	0.63
آر ایس پی	06	03	50	1689794	0.43
اکالی دل (بادل)	10	08	80	3506681	0.9
اکالی دل (مان)	06	0	0	387682	0.1
ایس ڈی ایف	01	01	100	153409	0.04
شیوسینا	56	12	21.43	7056255	1.81
سماج وادی پارٹی	237	36	15.19	16824072	4.32
تیلگو دیشم	33	05	15.15	11844811	3.04
یو جی ڈی پی	01	0	0	5881	0
اتراکھنڈ کرانتی دل	04	0	0	43899	0.01
کل	801	159	19.85	112664459	28.9
غیر منظورہ شدہ					
سیاسی پارٹیاں	898	15	1.67	15441786	3.96
آزاد	2385	05	0.21	16549900	4.25
کل	5435	543	09.99	38,97,79,784	100.00

بقیہ: بین الاقوامی فقہ اکیڈمی کا انیسواں اجلاس

نہ بنایا جائے۔ رائے میں سچائی ہو محض اپنی خواہش نفس کی تسکین نہ ہو اور حریت تعبیر کا بہانہ بنا کر کسی قوم کی مقدس کتابوں یا ہستیوں کو نشانہ نہ بنائے جائے اور نہ عالمی برادری کی طرف سے حریت تعبیر کا دوہرا معیار اپنایا جائے۔ ساتھ ہی عالم اسلام کا فریضہ ہے کہ وہ بین الاقوامی قانون سازی کی کوشش کریں جس کی رو سے دینی مقدسات وشعائر کو حملہ یا مذاق کا موضوع بنانے کی کسی کو آزادی نہ ہو۔ اسلامی مالی اداروں کے لئے شرعی ایڈوائزری بورڈ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ شرعی بورڈ فقہ وفتویٰ کے ماہرین پر مشتمل ہونا چاہئے خاص طور پر ایسے علماء پر جن کو فقہ المعاملات پر دسترس ہو اور جو بینکوں اور مالی اداروں کے معاملات کا گہری نظر سے جائزہ لینے کی صلاحیت رکھتے ہوں تاکہ وہ ان کے بارے میں رپورٹ جنرل کونسل کو پیش کرسکیں اور اس کی قراردادوں پر عمل لازمی ہونا چاہئے۔ شرعی ایڈوائزری بورڈ کو آزاد ہونا چاہئے اور ان کے معاوضہ وغیرہ کی تعیین کا اختیار جنرل کونسل کو ہونا چاہئے۔ بورڈ کا رکن خود اس مالی ادارہ کا ذمہ دار یا اس کا ملازم نہ ہو اور نہ اس مالی ادارہ کے شیئر ہولڈروں میں ہو۔ شرعی بورڈ کو بین الاقوامی فقہ اکیڈمی کی قرار دادوں کو اپنے فتووں میں ملحوظ رکھنا چاہئے، اسی طرح اجتماعی اجتہاد کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور شاذ اقوال سے بچنے کی سعی کرنی چاہئے۔ اسی طرح اسے ہی شرعی رخصتوں کو جمع کرنے یا ممنوع تلفیق سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

شرعی مقاصد کو ملحوظ رکھنا چاہئے، ساتھ ہی فتویٰ کے اُن ضوابط کی بھی پابندی کرنی چاہئے جو اکیڈمی نے اپنی قرار داد نمبر ۱۵۳/ ۲/ ۱۲ میں طے کی ہیں۔ شرعی ایڈوائزری بورڈ کے لائحہ عمل، اس کے ارکان کی ٹریننگ، اور شرعی تدقیق کے لئے درکار صلاحیتوں، نیز بورڈ کے نظام کار کی بھی قرار داد میں نشاندہی کی گئی ہے۔

پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے کہ کانفرنس میں ''تورق'' ''تصکیک'' ''BOT'' وغیرہ سے متعلق بھی قرار داد میں منظور کی گئیں، چنانچہ ''تورق منظم'' کی وہ شکلیں جو آج کل بعض اسلامی بینکوں اور مالی اداروں میں رائج ہوگئی ہیں اس میں کھلی ہوئی حیلہ بازی معلوم ہوتی ہے۔ اکیڈمی کی قرارداد میں اُسے ناجائز اور حرام قرار دیا گیا۔ تورق کی عام فقہی شکل جس میں نقد رقم کے حصول کے لئے ایک ضرورت مند شخص کوئی چیز زیادہ قیمت پر اُدھار خرید کر پھر اُسے کم قیمت پر نقد فروخت کردیتا ہے تو اگر جس نے پہلے فروخت کیا ہے اس کے علاوہ کوئی تیسرا فریق خریدنے والا ہو تو اس کے جواز کا فتویٰ حنابلہ کی رائے کے مطابق پہلے ہی سے دیا جارہا ہے۔ ایک قرار داد میں شیئرز اور منافع اسی طرح خدمات کے وقف کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح B.O.T سسٹم کے تحت مکانات، پل اور سڑکوں وغیرہ کی تعمیر، کچھ عرصہ تک تعمیر کرنے والی کمپنی کی طرف سے اپنے اخراجات کے حصول کے لئے اس کا استعمال

اور پھر اصل مالک کی طرف جائداد کی واپسی کو جس کی متعدد صورتیں رائج ہیں جائز قرار دیا گیا ہے البتہ اس معاملہ کو ''استصناع'' اور اجارہ وغیرہ کے خانہ میں رکھا جائے یا اسے ''عقد جدید'' کا عنوان دیا جائے اس کے بارے میں معاصر فقہاء کی رایوں میں سخت اختلاف تھا لیکن قرارداد میں اسے عقد جدید کا عنوان دیا گیا ہے۔ شوگر کے مریض کی حالت کے لحاظ سے پہلے اور دوسرے اسٹیج کے مریضوں کو روزہ چھوڑنے کی اجازت دی گئی ہے جب کہ تیسرے اور چوتھے اسٹیج کے مریضوں کو اس بیماری کے عذر سے روزہ چھوڑنے سے منع کیا گیا ہے۔ ناگزیر حالات میں آپریشن کا فیصلہ کرنے کے لئے شرط لگائی گئی ہے کہ ایک سہ نفری بورڈ اس کا فیصلہ کرے، نیز یہ کہ علاج مفت ہو یا کسی تیسرے فریق کی طرف سے اخراجات کی ادائیگی کی جائے اور اگر مریض اجازت دینے کا اہل نہ ہو تو اس کے ولی یا ولی امر کی اجازت لی جائے۔ اور ولادت کے لئے ناگزیر آپریشن کی حالت میں اگر شوہر اور بیوی اجازت نہ دیں اور بچہ یا زچہ یا دونوں کی جانوں کو خطرہ ہو تو ان کے انکار کا لحاظ نہیں کیا جائے گا اور ولی اُمر کی اجازت سے آپریشن کرکے ڈاکٹر کو جان بچانے کا اختیار ہوگا۔ ماحولیات کو آلودگی سے بچانے کے لئے اکیڈمی کی قرار داد میں اس بات پر شدت سے زور دیا گیا ہے کہ ایٹمی ایندھن یا اس طرح کے زہریلے مواد کو دنیا کے کسی بھی اسلامی ملک کے آس پاس

ڈالنے یا وہاں دفن کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے اور تمام لوگوں کو ہر ایسے عمل سے باہر رکھنا چاہئے جس سے ماحولیات کو نقصان پہنچتا ہو۔ عموی تباہی کے تمام ہتھیار ختم کردیئے جانے چاہئیں اور ہر اس کام سے اجتناب کرنا چاہئے جس سے ایسی گیس خارج ہوتی ہو جو ''اوزن'' کی سطح میں پڑنے والے شگاف میں توسیع کا باعث بنے یا جس سے ماحول میں آلودگی پیدا ہوتی ہو۔ کیونکہ شرعی قاعدہ کی رُو سے اُس چیز سے اجتناب ضروری ہے جس سے ''ضرر'' لاحق ہوتا ہو، ساتھ ہی ماحولیات کو آلودگی سے پاک رکھنے کے لئے مختلف تدبیروں کی تلقین بھی کی گئی ہے۔

قرار دادوں کے بعد ایک علاحدہ بیان کے ذریعہ اکیڈمی نے فلسطین میں اسرائیل کی کارروائیوں اور مسجد اقصیٰ کی شناخت بدلنے کی کوششوں پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے اور اہل غزہ کو ضروری اشیاء کی فراہمی میں اسرائیل کی طرف سے لگائی گئی پابندیوں کو ہٹانے پر زور دیا اور تمام مسلم قیادتوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں جلد موثر اقدامات کریں۔ صومالیہ اور عراق کی صورت حال پر بھی تشویش کا اظہار کیا ہے اور بحری قزاقوں کی طرف سے بحری جہازوں کشتیوں پر حملے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اس سے باز رہنے کی تلقین کی ہے۔ سوڈان کے صدر کے بارے میں بین الاقوامی عدالت کی طرف سے گرفتاری کے فیصلہ کو بھی غیر آئینی اور غیر اخلاقی قرار دیا گیا ہے اور سوڈان کی وحدت وسالمیت کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے۔

●●

کس ریاست میں کتنے ووٹ پڑے

ریاست	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۹ء
ناگالینڈ	91.77	90.2
لکشدیپ	81.52	86.1
تریپورہ	67.08	83.9
سکم	77.95	82.0
منی پور	67.41	79.8
مغربی بنگال	78.04	73.9
کیرلا	71.45	73.3
آندھرا پردیش	69.95	72.4
آسام	69.11	69.7
ہریانہ	65.72	67.7
پنجاب	61.59	67.4
اروناچل پردیش	56.35	65.0
چنڈی گڑھ	51.14	65.0
میگھالیہ	52.69	64.4
اڑیسہ	66.06	63.4
تمل ناڈو	60.81	62.0
پانڈیچری	76.07	60.0
اتراکھنڈ	48.07	60.0
کرناٹک	65.14	59.4
چھتیس گڑھ	52.09	58.2
گوا	58.77	55.4
ہماچل پردیش	59.71	55.0
دہلی	47.09	51.8
مدھیہ پردیش	48.09	51.3
میزورم	63.06	50.9
جھارکھنڈ	55.69	49.8
مہاراشٹر	54.38	49.2
راجستھان	49.97	48.5
گجرات	45.18	47.9
اترپردیش	48.16	47.2
بہار	58.02	44.3
جموں وکشمیر	35.02	40.0
ہندوستان	58.07	56.7

نئے ممبران پارلیمنٹ کی معلومات کے لئے نظر ثانی شدہ کتابچہ

نئی دہلی- لوک سبھا سکریٹریٹ ریلوے اسٹیشنوں اور گھریلو ہوائی اڈے کے گائیڈ پوسٹ قائم کرکے ۱۵/ ویں پارلیمنٹ کے لئے نو منتخب اراکین پارلیمنٹ کے استقبال کے وسیع انتظامات کئے ہیں تاکہ دہلی پہنچنے پر نو منتخب قانون سازوں کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔ لوک سبھا کے سکریٹری جنرل پی ڈی ٹی آچاریہ نے نامہ نگاروں کو بتایا کہ یہ گائیڈ پوسٹ چاروں ریلوے اسٹیشنوں یعنی نئی دہلی، پرانی دہلی، دہلی ریلوے اسٹیشنوں، حضرت نظام الدین اور سرائے روہیلا ریلوے اسٹیشن اور ہوائی اڈے کے ارائیول ٹرمنل پر قائم کئے جارہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ تمام گائیڈ پوسٹ ۱۶/ مئی سے ۲۴/ مئی تک تمام ریلوے اسٹیشن پر صبح سات بجے سے رات گیارہ بجے تک اور ہوائی اڈے پر صبح پانچ بجے سے رات گیارہ بجے تک کام کریں گے۔ انہوں نے بتایا کہ ان گائیڈ پوسٹوں پر نو منتخب اراکین پارلیمنٹ کا دہلی میں استقبال کیا جائے گا اور وہاں سے انہیں راہ راست پارلیمنٹ ہاؤس لایا جائے گا جہاں انہیں کچھ قانونی ضابطے کی کارروائیاں مکمل کرنی ہوں گی۔ مسٹر آچاریہ نے بتایا کہ لوک سبھا سکریٹریٹ نے اس مقصد کے لئے پارلیمنٹ کے کمرہ نمبر ۶۳ میں سہولتی مراکز قائم کئے ہیں جہاں انہیں کچھ فارم پر کرنے ہوں گے اور ان کے فوٹو گراف بھی لئے جائیں گے۔ لوک سبھا سکریٹریٹ نے نو منتخب قانون سازوں کی معلومات کے لئے ہندوستان کے آئین سمیت لوک سبھا کی کارروائی سے متعلق ضابطوں، اسپیکر کی ہدایات، اراکین کے لئے ہینڈ بک، رہائش سے متعلق سرکولر، سی جی ایچ ایس سے متعلق کتابچہ اور پارلیمنٹ سے متعلق دیگر معلوماتی کتابوں کے نظر ثانی ایڈیشن شائع کئے ہیں۔ مسٹر آچاریہ نے بتایا کہ تمام پارلیمانی حلقوں کے ریٹرننگ افسران کو نو منتخب اراکین پارلیمنٹ کے نمائندے کے لئے لوک سبھا سکریٹریٹ کے ذریعہ کئے گئے انتظامات کے سلسلہ میں قبل ہی اطلاع دے دی گئی ہے۔ نو منتخب اراکین کو پارلیمنٹ ہاؤس آنے کے لئے اپنے ہمراہ ریٹرننگ آفیسر کے ذریعہ جاری کردہ الیکشن سرٹیفکیٹ لانا پہلی شرط ہوگی۔

جی آئی او مہاراشٹر تربیتی وتنظیمی کیمپ

ناندیڑ- گرلز اسلامک آرگنائزیشن مہاراشٹر نارتھ اور ساؤتھ زون کے ممبران کا سہ روزہ تربیتی وتنظیمی کیمپ امیر حلقہ مہاراشٹر کی نگرانی میں ۲۱/ ۲۲/ ۲۳/ مئی کو شاہین فنکشن ہال، واگھی روڈ، برکت پورہ، ناندیڑ میں منعقد کیا جارہا ہے۔ اس میں جی آئی او کے دستور وپالیسی پروگرام کی تفہیم اور صدر تنظیم ومشاورتی کاؤنسل کے انتخابات اور جنرل سکریٹریز کے تقررات بھی عمل میں آئیں گے۔

دعائے مغفرت

بھساول- میرے چھوٹے بھائی عزیزی عبدالمناف دیشمکھ کا طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ مرحوم عملاً نہایت صالح فطرت، حسن اخلاق ومعاملات کا عملی نمونہ تھے۔ ہر دلعزیز تھے۔

غلام رسول دیشمکھ، انجمن روڈ، بھساول
مرحوم کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

ریڈکراس تاریخ اور اس کی سرگرمیاں

میر بابر مشتاق

دنیا بھر کے لوگ ریڈکراس کی کارگزاریوں سے بخوبی واقف ہیں۔ ریڈکراس زمانہ امن اور زمانہ جنگ کے دوران بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ اس کے علاوہ جب کبھی بنی نوع انسان کو خطرات آن گھیریں تب بھی ریڈکراس فعال ہوجاتی ہے۔ جنگ کے دنوں میں بھی اس کی خدمات ناقابل فراموش ہوتی ہیں۔ یہ نہ صرف زخمی سپاہ کے لئے باعث رحمت ہوتی ہے بلکہ مصائب کے شکار شہریوں کے لئے بھی رحمت ثابت ہوتی ہے۔ جنگی قیدیوں کی خبر گیری اور قیدیوں کے تبادلوں میں بھی اپنا کردار سرانجام دیتی ہے۔ زمانہ امن میں بھی اس کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ کئی لحاظ سے ریڈکراس ہماری روز مرہ زندگی کا ایک حصہ بن چکی ہے۔

ہم ریڈکراس کی موجودگی کے اس حد تک عادی ہوچکے ہیں کہ ہم میں سے کچھ لوگ یہ جاننے کی خواہش رکھتے ہیں کہ ریڈکراس اس کا آغاز کیسے ہوا اور اس کے آغاز کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔

ریڈکراس کا خیال سوئٹزرلینڈ کے ایک قابل ڈاکٹر کے ذہن میں اُبھرا تھا۔ اس کا نام جین ہنری ڈونانٹ تھا۔ اس نے ۱۸۲۸ء میں جنیوا میں جنم لیا تھا اور بچپن میں ہی اس کے سر پر یہ بھوت سوار تھا کہ وہ بڑا ہو کر ڈاکٹر بنے گا۔ اسکول کے زمانے میں وہ ایک ذہین طالب علم تھا اور اس کے استاد اس سے انتہائی خوش تھے۔ اس کے والدین بھی یہ قیاس کرتے تھے کہ ان کا بیٹا دنیا میں بہت نام کمائے گا اور ازحد ترقی کرے گا۔ وہ ارادہ کئے ہوئے تھے کہ ان کا بیٹا جس قسم کی بھی تعلیم حاصل کرنا چاہے گا وہ اسے اس تعلیم کے حصول کا موقع فراہم کریں گے، لیکن جب وہ جین ہنری سے اس سلسلے میں سوال کرتے تھے تو اس کا جواب ہمیشہ یہی ہوتا تھا کہ وہ اسکول کی تعلیم ختم کرنے کے بعد یونیورسٹی جانا چاہتا ہے اور طب کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اس نے اپنے وضع کردہ پروگرام پر عمل درآمد کو ممکن بنایا، اور اس کے یونیورسٹی کے پروفیسر بھی اس سے بالکل اسی طرح خوش تھے جس طرح اسکول کے اساتذہ اس سے خوش تھے۔ ان کی رائے تھی کہ یہ نوجوان غیر معمولی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا حامل ہے۔ لہٰذا جب وہ فائنل ایئر میں پہنچا تب یہ پیشین گوئیاں کی جانے لگیں کہ وہ طب کے کس شعبے میں خصوصی تعلیم حاصل کرے گا۔ لیکن اس نے کسی بھی شعبے میں خصوصی تعلیم حاصل کرنے پر آمادگی ظاہر نہ کی۔ گریجویشن کی تقریب میں اسے کئی انعامات سے نوازا گیا۔ اس کے باپ کی بھی یہ خواہش تھی کہ وہ طب کے کسی خاص شعبے میں خصوصی تعلیم حاصل کر کے اپنا نام کمائے اور طب کے شعبے میں خصوصی مہارت حاصل کرتے ہوئے ایک قابل ذکر ماہر طب کہلائے جس کے لئے سوئٹزرلینڈ مشہور تھا۔ اس کی مزید تعلیم کے حصول کے لئے رقم کا کوئی مسئلہ درپیش نہ تھا کیونکہ اس کا باپ اس کے تعلیمی اخراجات بخوبی برداشت کرسکتا تھا، لہٰذا اس نے جین ہنری کو یہ پیشکش کی کہ وہ مزید تعلیم جاری رکھ سکتا ہے۔

لیکن جین ہنری نے اپنے باپ کی اس پیشکش پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس نے اپنے اس ارادے کا بھی اظہار کیا کہ مزید تعلیم حاصل کرنے کے بجائے وہ اسپتال میں فاضل تجربہ حاصل کرے گا۔ اور دیگر گریجویٹس کی نسبت زیادہ عرصہ تک اسپتال میں رہے گا۔ وہ جنرل پریکٹیشنر بننے کا خواہاں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ایک شرمیلا اور کم گو نوجوان ہے اور وہ اس امر پر یقین رکھتا تھا کہ ڈاکٹر کی حقیقی ذمہ داری غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا ہے۔ ان لوگوں کی مدد کرنا جو جسمانی یا ذہنی معذوری کا شکار تھے۔ ان بے شمار افراد کی مدد کرنا، جو اپنی مدد آپ کرنے کے قابل نہ تھے۔

اس کا باپ اس کے رویے سے خوش نہ تھا۔ وہ ایک کاروباری شخص تھا اور اسے اس بات سے شدید دکھ پہنچا تھا کہ اس کے بیٹے نے اس کی فراخ دلانہ پیشکش مسترد کردی تھی۔ اس نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''مسئلہ یہ ہے کہ جین ہنری زندگی کو مثالیت پسند نظریے کے تحت دیکھتا ہے۔''

اس کی بیوی نے آہستگی کے ساتھ جواب دیا کہ ''جی ہاں! ہینرچ لپٹالوزی کی طرح'' لپٹالوزی زیورخ کا ایک مشہور ماہر تعلیم گزرا تھا جس نے اپنی تمام زندگی ایسے اسکول کھولنے کے لئے وقف کررکھی تھی جن میں بچے اس کے نئے طریقہ تعلیم اور طرز تعلیم سے مستفید ہوتے تھے۔ لہٰذا اس کے باپ نے اس کی ماں سے اتفاق کرتے ہوئے آہستگی سے جواب دیا: ''ہاں لپٹالوزی کی طرح۔''

لہٰذا جین ہنری کے باپ نے اسے طب کے شعبے میں خصوصی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور نہ کیا۔ جین ہنری نے اسپتال میں تجربہ حاصل کرنے کے بعد اپنی طبی پریکٹس شروع کردی، لیکن جلد ہی اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ جنیوا ایک خوشحال شہر تھا اور چونکہ اہل سوئٹزرلینڈ صاف ستھرے اور صفائی پسند لوگ تھے، جو صفائی ستھرائی اور حفظان صحت کے اصولوں پر قرار واقعی توجہ دیتے تھے۔ لہٰذا ایسے ماحول میں جراثیم کے پرورش پانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جین ہنری جس طرح کا کام سرانجام دینے کا خواب دیکھتا وہ کام یہاں پر موجود نہ تھا، لہٰذا وہ سرحد پار کرکے اٹلی جا پہنچا اور اس کے قصبے سولفی رینو میں آباد ہوگیا۔

اس کی زندگی نے ایک بالکل ہی مختلف تصویر پیش کی۔ اس کی پریکٹس ایسے مقام پر تھی جو پسماندہ تھا۔ یہاں کے مکان چھوٹے چھوٹے تھے اور یہ ایک گنجان آباد مقام تھا۔ لوگوں کو انتہائی جدوجہد سے واسطہ پڑتا تھا۔ ایسی صورت حال کے تحت بیماریاں کثرت کے ساتھ پھیلتی تھیں اور جس وقت اُس کی عمر تیس برس ہوئی وہ ایک دن میں ۱۴ یا ۱۵ گھنٹے کام سرانجام دیتا تھا۔ اس کے مریض اس سے محبت کرتے اور مقامی حکام اس سے نفرت کرتے تھے۔ وہ اسے ایک غیر ملکی تصور کرتے تھے، جو مداخلت بے جا کا مرتکب ہو رہا تھا اور کھلم کھلا ان کی شکایت کررہا تھا۔ انہوں نے اپنے شہریوں کو نظر انداز کررکھا تھا اور ان کی فلاح وبہبود سے غافل دکھائی دیتے تھے۔ وہ جین ہنری کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے، لیکن وہ بھی اپنی دھن کا پکا تھا۔ اس نے حکام کے احتجاج کو نظر انداز کررکھا تھا اور اپنے کام میں مشغول تھا۔ اسے اٹلی کے کئی ڈاکٹروں کا تعاون بھی حاصل تھا جو اس کی تعریف کرتے نہ تھکتے تھے۔ وہ اس کی صاف گوئی اور بے باکی سے بھی ازحد متاثر تھے۔

۱۸۵۸ء میں یہ مثالیت پسند پریشان ہو کر رہ گیا تھا۔ فرانس کے نپولینسوم نے اٹلی کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اٹلی سے آسٹریا کی قوت کے تمام تر نشانات حرف غلط کی طرف مٹا دیئے جائیں۔ نپولین جو اس غلط فہمی کا شکار تھا کہ اسے فوجی دانشوری اپنے چچا سے وراثت میں ملی تھی، اس نے پیچیدہ منصوبہ ترتیب دیا۔ اس منصوبے کے تحت اس کو اٹلی کے راستے اپنی فوج کو شمال کی جانب لے جانا تھا۔ یہ تمام مہم غلط انتظام وانصرام کا شکار ہو کر رہ گئی تھی اور ۱۸۵۹ء میں جس وقت وہ ماجینٹا اور سلفرینو پہنچے تب فرانسیسی اپنی فوج کو مکمل تباہی سے بچانے کی خاطر انتہائی مایوسی کے عالم میں برسر پیکار تھے جس کے نتیجے میں سلفرینو کی لڑائی ایک خونریز لڑائی ثابت ہوئی اور یہ لڑائی کسی المیے سے کم ثابت نہ ہوئی۔ اس لڑائی کی وجہ سے شہری آبادی ناقابل بیان مصائب کا شکار ہوئی اور لڑائی میں حصہ لینے والے بھی اسی قسم کے مصائب کا شکار ہوئے۔ اس دوران جین ہنری ڈونانٹ اَن تھک خدمات سرانجام دیتا رہا، حتیٰ کہ جب لڑائی اپنے جوبن پر تھی اُس وقت وہ میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوجاتا اور کسی خطرے کی پروانہ کرتا تھا۔ وہ زخمیوں کی تیمارداری کرتا، لحظہ بہ لحظہ موت کی جانب بڑھنے والوں کو زندگی کی جانب واپس لوٹانے کی جدوجہد کرتا۔ جو لوگ رینگنے کے قابل ہوتے تھے، ان کو علاج معالجے کی غرض سے محفوظ مقامات تک پہنچاتا تھا۔ کثیر تعداد میں لوگ اس کی توجہ کے مستحق تھے لیکن اس کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ ہر ایک کی مدد کے لئے آگے بڑھے اور جب لڑائی اپنے اختتام کو پہنچ چکی تھی تب بھی سیکڑوں زخمی زمین پر گرے تڑپ رہے تھے، ان کے اردگرد لاشیں بکھری پڑی تھیں جو ان کے ساتھیوں یا دشمنوں کی تھیں۔ ان کی چیخ و پکار ہر سمت سنائی دیتی تھی۔

جین ہنری ڈونانٹ دن رات خدمات سرانجام دے رہا تھا، اس کے ہمراہ کچھ رضاکار بھی تھے۔ وہ لوگ اپنے رہنماؤں کو کوس رہے تھے جنہوں نے اپنے سپاہ کو کسمپرسی کی حالت میں مرنے کے لئے چھوڑ رکھا تھا۔

طلوع سحر ہوچکی تھی، جین ہنری ڈونانٹ تھک چکا تھا، اس کے پاؤں اس کا بوجھ اٹھانے سے قاصر دکھائی دے رہے تھے، لیکن ہنوز بہت سے افراد اس کی توجہ کے مستحق تھے۔ وہ جانتا تھا کہ مختصر سا آرام اس کے لئے کس قدر ضروری ہے تاکہ وہ تازہ دم ہو سکے اور دوبارہ خدمت خلق میں مصروف ہو سکے۔

اگلے ہفتے ڈونانٹ نے ۲۴ گھنٹے خدمات سرانجام دیں۔ وہ محض کھانا کھانے کے لئے کچھ وقت مختص کرتا رہا یا پھر اونگھنے کے لئے کچھ وقت تک اپنی سرگرمیاں معطل کرتا رہا۔ اس نے اپنے وقت کو سپاہ اور بے گھر مریضوں میں تقسیم کررکھا تھا۔ اس نے علاقے کے تمام طبی ماہرین سے اپیل کی اور اس طرح اسے مزید طبی ماہرین میسر آگئے جو اس کے ہمراہ خدمت خلق میں مصروف ہوگئے۔

وہ اخباری نمائندوں کی نگاہوں میں بھی آچکا تھا اور جلد ہی تمام یورپ کے اخبارات میں سولفرینو کے مصائب زدہ افراد کے بارے میں آرٹیکل شائع ہونے لگے۔ مقامی حکام اس دن کو کوس رہے تھے جب سوئٹزرلینڈ کے اس ڈاکٹر نے اُن کے قصبے میں قدم رکھا تھا۔ لیکن وہ اس کی شخصیت، اس کی مقبولیت اور شہرت کے ہاتھوں شکست کھانے پر مجبور تھے۔

لہٰذا میونسپل کونسل نے عارضی اسپتال قائم کردیئے تھے اور سوپ، کچن بھی قائم کردیئے گئے۔ بے گھر لوگوں کو آباد کرنے کی غرض سے رقم بھی مہیا کردی گئی مکانات کی تعمیر نو کا بھی آغاز ہوچکا تھا اور چھ ماہ کے اندر اندر سولفرینو کی زندگی معمول پر آچکی تھی۔ اخبارات کی رپورٹیں محو کردی گئی تھیں، اور چونکہ انسانی یادداشت دیرپا نہیں ہوتی لہٰذا اب کسی کے پاس اٹلی کے اس قصبے کے بارے میں سوچنے کی فرصت نہ تھی۔ محض ڈونانٹ کا ذہن ایسا تھا جس میں یہ واقعہ ثبت ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ لڑائی کی ہولناکی کو بھول نہ پایا تھا اور نہ ہی اپنی اَن تھک محنت کو بھلا پایا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ایسے حالات دوبارہ جنم نہ لیں۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ محض ایک شخص کس طرح ایسے واقعات کو رونما ہونے سے روکنے پر قادر ہوسکتا تھا۔

۱۸۶۲ء میں جنیوا میں ایک کتابچہ شائع ہوا تھا۔ اس کتابچے کا مصنف جین ہنری ڈونانٹ تھا۔ کتابچے کا عنوان ''ان سوینئر ڈی سولفرینو'' تھا۔ اس میں ان زخمی افراد کے مصائب کی داستان بیان کی گئی تھی جن کو میدانِ جنگ میں سسک سسک کر مرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا اور انہیں طبی امداد فراہم کرنے کے بارے میں سوچا بھی نہیں گیا تھا۔ اس کتابچے میں جنگ کی ہولناکیاں اور تباہ کاریاں بیان کرنے کے علاوہ شہری آبادی پر اس کے بداثرات کا جائزہ بھی پیش کیا گیا تھا۔ اس کتابچے کے مصنف نے اس بات پر زور دیا تھا کہ مستقل سوسائٹیاں قائم کی جانی چاہئیں جو زخمیوں کی نگہداشت سرانجام دیں اور یہ تجویز بھی پیش کی گئی تھی کہ اس کار خیر کے لئے رضاکاروں کی خدمات حاصل کی جائیں۔ مصنف نے یہ ذکر بھی کیا تھا کہ اسے یقین ہے وہ ایسی سوسائٹی کے قیام کو اپنی زندگی میں دیکھ سکے گا۔

ڈونانٹ کی اس تحریر کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا اور اس نے لوگوں کو ازحد متاثر کیا۔ یہ کتابچہ اس قدر کثیر تعداد میں فروخت ہوا کہ اس کا مصنف نہ صرف حیران رہ گیا بلکہ وہ لوگوں کا شکرگزار بھی ہوا۔ اب یہ موضوع جنیوا کا ایک اہم موضوع بن چکا تھا۔ جنیوا ایک ایسا شہر تھا جو مفاد عامہ کے کنونشن کے لئے مشہور تھا۔ اس کے بعد ڈونانٹ کو ایک اعزاز بخشا گیا، وہ یہ تھا کہ ایک بین الاقوامی سوسائٹی کے صدر ایم گیسٹو مونیئر نے ڈونانٹ کو دعوت دی کہ وہ سوسائٹی کے آئندہ منعقدہ ہونے والے اجلاس میں شرکت کرے اور اپنے خیالات سوسائٹی کے ارکین پر واضح کرے، کیونکہ سوسائٹی کا صدر ڈونانٹ کی پیش کردہ تجاویز سے ازحد متاثر ہوا تھا۔

یہ اجلاس ڈونانٹ کی زندگی میں ایک سنگ میل ثابت ہوا۔ اس نے اپنے خیالات کا اظہار خوب صورت انداز میں کیا اور سولفرینو کے المیے کو اس طرح بیان کیا کہ سوسائٹی کے ارکان ازحد متاثر ہوئے اور انہوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ فوری طور پر ایک کمیشن قائم کیا جائے جو اس امر کا جائزہ لے کہ جنگ کے دوران زخمی ہونے والے افراد کی حالت زار کو کس طرح بہتر بنانا ممکن ہوسکتا ہے۔ اس کمیشن کے لئے جن ارکان کا انتخاب کیا گیا وہ درج ذیل تھے:

☆ جنرل ڈیوفور، کمانڈر انچیف سوئٹزر لینڈ افواج۔
☆ گیسٹو مونیئر
☆ ڈاکٹر جین ہنری ڈونانٹ
☆ ڈاکٹر لوئس اپیا
☆ ڈاکٹر تھیوڈور منور

اس کمیشن کا بنیادی کام یہ تھا کہ وہ ایک ڈرافٹ ایگریمنٹ تیار کرے جو نیشنل

باقی صفحہ ۸ پر

طب وصحت

علم العین اور اطباء عرب

حکیم غزالی انور ہلال سلفی

اس عظیم دنیا کے نقشے پر عرب کا ریگستانی خطہ بھلے ہی چھوٹا اور مختصر معلوم ہو لیکن تاریخ کے ہر دور میں اس چھوٹے سے خطہ نے ہمیشہ ایک کلیدی رول ادا کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا کو جب اور جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت درپیش رہی اسی خطہ نے آگے بڑھ کر اسے پورا کیا۔

جب دنیا معصیت اور گمراہی کی تاریکی میں بھٹک رہی تھی اسی خطہ نے رشد وہدایت کی شمع روشن کی۔ جب جہالت کا ہر طرف غلبہ تھا تو اسی خطہ سے علم وعرفان کے سوتے اُبل اُبل کر پوری دنیا کو سیراب کرتے رہے اور آج جب یہ مشینی دنیا جو تیل، گیس اور پٹرول کی پیاسی ہے یہی خطہ اس کی پیاس بجھا رہا ہے، جدھر دیکھئے اس کی زمین سے تیل وپٹرول کے چشمے اُبل رہے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس سرزمین کے ارباب حکومت کو بھی اس کی اہمیت اور قدر وقیمت کا پورا احساس نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہ غیروں کے آلہ کار بنتے ہیں۔ علم وہنر کا کوئی ایسا چراغ نہیں ہے جس کو انہوں نے روشن نہیں کیا ہو، اور دنیا کی جو قومیں آج ترقی یافتہ کہلاتی ہیں انہوں نے بھی ایک لمبے عرصہ تک انہی کے چراغ سے اپنی دیئے جلائے۔ تاریخ جغرافیہ، علم کیمیا، علم ہندسہ، نجوم، فلسفہ، منطق، ادب، شاعری، تفسیر، فقہ، حدیث، علم رجال اور پھر علم طب وسرجری وغیرہ علم کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ملتا جن کو بنانے اور سنوارنے میں عربوں نے کلیدی رول ادا نہ کیا ہو۔ خاص کر علم طب میں ان کی کاوشوں اور تحقیقات کا تو کوئی جواب ہی نہیں ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ عربوں نے علم طب کا کوئی ایسا شعبہ نہیں چھوڑا جسے اپنے علم وعمل کے احسان سے زیر بار نہ کیا ہو، خصوصاً علم المناظر یا علم العین میں دنیا ان کی مشکور وممنون ہے۔

اس سے انکار نہیں کہ طب کا آغاز یونان میں ہوا، مگر عربوں نے علم طب کو اپنے علم میں جذب کرکے اس کو نئی زندگی بخشی، علم، طب میں علم العین ایک ایسا شعبہ ہے جس کے بارے میں قدیم یونانی حکماء بہت سطحی علم رکھتے تھے۔ وہ عرب اطباء ہی تھے جنہوں نے اس علم میں چار چاند لگائے۔ یہی وجہ ہے کہ سترہویں اور اٹھارہویں صدی عیسوی تک یورپ میں انہی کے نظریات تسلیم کئے جاتے رہے اور نصاب میں شامل درس رہے۔ انہی کی تصنیفات بعد کی تصنیفات کی بنیاد بنیں۔ علم العین یا علم المناظر کو مستقل ایک شعبہ علم کی شکل دینے اور اس کو علم طب کے ایک مکمل اور علاحدہ شعبہ کی شکل میں وجود میں لانے میں جن عرب اطباء نے گراں قدر اور بیش بہا خدمات انجام دیں ان میں یہ تین اہم ہیں۔ (۱) حنین ابن اسحاق (۲) علی ابن عیسیٰ کحال اور (۳) ابن ہیثم۔

حنین ابن اسحاق

حنین ابن اسحاق العبادی کا شمار خلافت عباسیہ کے عظیم اور نامور طبیب اور مترجم کے طور پر ہوتا ہے۔ یہ عظیم معالج عرب کے قبیلہ عباد سے تعلق رکھتا تھا اسی وجہ سے اس کے نام کے آخر میں مورخین العبادی کا اضافہ کرتے ہیں۔ اس کی پیدائش ۱۹۴ھ مطابق ۸۰۹ھ میں عراق کے مقام حیرہ میں ہوئی۔ مغربی دنیا اسے جوہانی ٹیوس یا جوئیٹوز کے نام سے جانتی ہے۔ اس نے اپنی زندگی میں کل ستر بہاریں دیکھیں اور ستر بہاروں میں وہ کارنامے انجام دیں کہ آج دنیا اس کی وفات کے لگ بھگ ۱۱۳۰ سال بعد بھی اس کے نام اور کارناموں سے واقف ہے۔ اس کا قیام ایک عرصہ تک بصرہ میں رہا اور یہیں اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ یہاں اس نے خلیل ابن احمد جیسے باکمال استاد کی شاگردی اختیار کی اور اس سے عربی کی تعلیم حاصل کی، پھر جب طب کی تعلیم کا شوق پیدا ہوا تو اس نے بصرہ سے بغداد کا رخ کیا اور یوحنا بن ماسویہ کے درس میں شریک ہوگیا۔ مگر یہ سلسلہ بہت زیادہ دنوں تک نہ چل سکا، کیونکہ ابتدا ہی سے حنین کے فکر میں بلندی تھی۔ ایک دن اس نے یوحنا سے کچھ سوالات کردیئے جس کا وہ جواب نہ دے سکا، اور اسی بات پر اس نے حنین کو اپنے درس سے یہ کہہ کر نکال دیا کہ اہل حیرہ طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لائق نہیں ہیں۔

بہرحال اس واقعہ کے بعد حنین نے طے کیا کہ پہلے یونانی زبان سیکھے گا، پھر طب چنانچہ ایک دن اس کے ایک دوست یوسف نے ایک کتاب ''کتاب الجوامع'' یوحنا کو پیش کی اس کو دیکھ کر یوحنا نے کہا کہ یہ کتاب انسانی کوشش کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ الہام ہے یا روح القدوس کی مدد کے بغیر ایسی تصنیف ناممکن ہے۔ یوسف نے اسے بتایا کہ یہ حنین نامی شخص کی کوشش کا نتیجہ ہے جس کو آپ نے اپنے حلقہ درس سے نکال دیا تھا، اس پر یوحنا کو اپنی حرکت پر ندامت ہوئی اور پھر اس نے اپنے بچھڑے ہوئے شاگرد سے دوبارہ اپنے تعلقات ہموار کئے اور پوری توجہ سے اسے علم طب کی تعلیم دی۔

حنین بہ حیثیت معالج زیادہ مشہور نہیں ہوا اس کی وجہ شاید یہ رہی ہو کہ اس عظیم مصنف ومترجم کو اپنے ترجمہ وتالیف کے کام سے فرصت ہی کہاں ملتی ہوگی جو علاج ومعالجہ میں اپنا موقف لگاتا، پھر بھی مورخین نے لکھا ہے کہ یہ علاج ومعالجہ میں پوری طرح کامل تھا۔ چنانچہ ابن ابی اُصیبعہ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ''جب ایک بار خلیفہ مامون غلط فہمی کی بنا پر حنین سے ناراض ہوگیا تو اس نے اسے قید میں ڈال دیا اسی دوران وہ بیمار پڑا اور جب کسی طرح فائدہ نہ ہوا تو آخر کار حنین کو طلب کیا اور اس کے علاج سے خلیفہ کو شفا حاصل ہوئی۔'' اس سے خلیفہ اتنا خوش ہوا کہ اسے معاف کردیا علم ولغت، اعلیٰ علم وزبان میں مہارت اور صلاحیت کی بنا پر خلیفہ مامون رشید نے اس کو بیت الحکمت کے شعبہ تراجم کا افسر اعلیٰ یا نگراں مقرر کردیا۔ حنین بیک وقت یونانی، سریانی، فارسی اور عربی چاروں زبانوں کا ماہر تھا سریانی اس کی مادری زبان تھی، جب کہ عربی فارسی اور یونانی پر اس نے پوری دسترس حاصل کی تھی، حنین کو علم لغت پر زبردست قدرت تھی ایک طبیب نہ تھا۔ اس کی ترجمہ نگاری کا ذکر وسیم احمد اعظمی نے اپنی کتاب ''بیت الحکمت کی طبی خدمات'' میں اس طرح کیا ہے کہ ''تذکرہ نگاروں نے اس کی اسلوب نگاری کو ''حنین اسکول'' کا عنوان دیا ہے''۔ ترجمے کے کام پر مامور ہونے کے بعد حنین نے کثرت سے طبی کتب کا عربی اور سریانی ترجمہ کرنا شروع کردیا اس نے سترہ برس کی عمر میں جالینوس کی ''کتاب اصناف الحمیات'' اور ''کتاب فی القویٰ الطبیعہ'' کا ترجمہ سریانی زبان میں کرلیا تھا۔ حنین کی نگرانی میں مترجمین کی ایک جماعت کام کرتی تھی یہ خود بھی ترجمہ کرتا اور دوسروں کے ترجمے کی نظرثانی اور اصلاح بھی کرتا، دراصل یہ کام حنین کا بھی حصہ تھا جس کی بدولت یونانی علم خصوصاً طب کا سرمایہ عربی میں منتقل ہوسکا۔ اور بعد کے عرب اطباء نے اس سے خوب خوب استفادہ کیا اور طبی فلسفہ کو مزید ترقی عطا کی۔ اس اعتبار سے حنین کا طب یونانی پر بڑا احسان ہے۔ حنین کے ترجمہ وتالیف کے سلسلے میں حکیم وسیم احمد اعظمی صاحب نے اپنی تصنیف ''بیت الحکمت کی طبی خدمات'' میں علیحدہ علیحدہ فہرست پیش کی ہے۔ جن میں جالینوس کی ۸۵، بقراط کی ۱۴، ارسطو کی ۷، افلاطون کی ۲، فورس کی ۲، اریباسوس کی ۵، جورجس، ہرمس اور دیسقوریدوس کی ایک ایک کتاب کے ترجمے کا تذکرہ کیا ہے۔ اس طرح علوم متفرقہ اور طب کے لئے علیحدہ فہرست مرتب کی ہے۔ اس ضمن میں ''تاریخ طب اور اخلاقیات'' کے مؤلف حکیم اشہر قدیر نے بقراط کی ''کتاب الفصول، کتاب الاخلاط کتاب الجنین، کتاب طبیعۃ الانسان'' دیسقوریدوس کی ''کتاب الحشائش'' اور جالینوس کی ''کتاب جوامع الاسکندرنین'' کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

ان تمام تراجم کے علاوہ حنین کی تین اہم تصانیف کا بھی ذکر تاریخ طب کی کتابوں میں ملتا ہے۔ ''کتاب المسائل، کتاب العشر مقالات فی العین، اور کتاب العین'' اپنے موضوع اور بیان کے لحاظ سے اتنی دقیق اور عمیق ہیں کہ تنہا مصنف کو ہزاروں سال تک زندہ رکھنے کے لئے کافی ہیں۔ اس کی انہی تصنیفات کا اثر تھا کہ بعد کے مصنفین نے اپنی طبی کتب میں علم المناظر یا علم العین کو علیحدہ طور پر بیان کرنا شروع کیا اور اس کے بعد معالجاتی کتب میں امراض چشم کے لئے الگ حصہ مخصوص کیا جانے لگا، جیسا کہ رازی کی ''الحاوی'' شیخ کی ''القانون'' اور مجوسی کی ''الملکی'' یا ''کامل الصناعہ'' میں ملتا ہے۔ کتاب العین کے متعلق سید علی حیدر جعفری، اپنی کتاب ''تاریخ طب اور اطباء قدیم'' میں رقم طراز ہیں کہ ''یہ کتاب آنکھ کے متعلق سوال وجواب کے طور پر تین مقالوں کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب اس نے اپنے دونوں بیٹوں داؤد اور اسحاق کے لئے لکھی تھی، اس میں ۲۰۹ مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ طبیہ کالج علی گڑھ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔'' ''رؤس الاطباء، مقدمہ نقوش الاطباء'' میں مؤلف حکیم سید مختار احمد نے اس کتاب کا نام کتاب المنتخب فی العین لکھا ہے، اور تحریر کیا ہے کہ اس کا ترجمہ ''کانسٹے ٹینس افریکنوز'' اور افریقی'' نے ''ڈی اوکلس'' کے نام سے کیا ہے۔''

بہرحال حنین اپنی جس تصنیف سے مشہور ہوا وہ ''کتاب العشر مقالات فی العین'' ہے۔ اس کتاب کا علم دنیا کو صحیح طور پر ۱۹۲۸ء میں ہوا جب ڈاکٹر میکس مائر ہوف نے سب سے پہلے تحقیق کرکے اس کتاب کو اس کے اصل مصنف کی طرف منسوب کیا، دراصل اس کتاب کو زمانہ کی دست بردنے ایک طویل عرصہ کے لئے پردۂ اخفا میں ڈال دیا تھا اور جب یہ ظاہر ہوئی تو اس کا مصنف قسطنطین افریقی نامی ایک عیسائی راہب بن بیٹھا تھا، اس کتاب کا اس نے لاطینی ترجمہ کیا اور اسے ''کتاب قسطنطین الافریقی طب العین'' کے نام سے چھپوا دیا۔

قسطنطین افریقی تونس کا رہنے والا تھا۔ یہ شخص ۱۰۸۷ء میں اطالیہ میں فوت ہوا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے یورپ کو عربی علوم سے لاطینی تراجم کے ذریعہ متعارف کرایا، مگر اس کی ایک بری عادت یہ تھی کہ وہ علمی چوری کیا کرتا تھا یعنی کسی قدیم عربی تصنیف کا لاطینی ترجمہ کرتا اور اس کو پورے طور پر اپنے نام سے شائع کردیتا۔ یہی کام اس نے حنین ابن اسحاق کی ''کتاب العشر مقالات فی العین'' کے ساتھ کیا۔ اس کی چوری سب سے پہلے ڈاکٹر میکس مائر ہوف نے پکڑی اور اس کتاب کو اس کے اصل مصنف یعنی حنین ابن اسحاق کی طرف منسوب کیا، ساتھ ہی ڈاکٹر موصوف نے بڑی محنت سے اس کے اصل عربی نسخے دستیاب کئے اور اس کا انگریزی ترجمہ اور طویل مقدمہ (عربی اور انگریزی میں) تحریر کیا جو ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ پریس قاہرہ سے شائع کیا گیا۔ اس کام کے لئے وہ انگریزی، عربی اور طبی دنیا کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

اس کا اُردو ترجمہ حکیم محمد طیب لکچرر طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ۱۹۵۷ء میں بڑے ہی سلیس انداز میں کیا ہے۔ حنین نے آنکھ کی تشریح، منافع اور مزاج سے جو تفصیلی بحث کی ہے وہ اسی کا حصہ تھی اور بہت کم مقامات پر اس کی بیان کردہ تشریح جدید تشریح کے مقابلہ میں مختلف ثابت ہوتی ہے۔ اصل میں جسم میں کسی جز کی ضرورت، اس کے محل وقوع کی وجہ اور اس کے مزاج پر ایک فلسفیانہ بحث اطباء قدیم کا اپنا ایک حصہ رہا ہے یہاں طب جدید کے ماہرین خاموشی اختیار کرجاتے ہیں۔ اس کتاب میں حنین نے آنکھ کی جملہ تشریح کے ساتھ ساتھ کچھ خاکہ بھی پیش کیا ہے جو اب بھی اس کتاب کی زینت ہے، بلکہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ غالباً یہ قدیم ترین اشکال ہیں جو آنکھوں کی تشریح سے ہمیں باخبر کراتی ہیں یہ قرون وسطی کی یورپی کتب میں دی گئی اشکال سے بدرجہا بہتر ہے بعد کے ماہرین فن نے اپنے تشریحی خاکوں کو انہی سے مزین کیا ہے۔

بہرکیف یہ کتاب ''العشر مقالات فی العین'' اوتھلمولوجی یعنی علم العین یا علم المناظر کے موضوع پر سب سے پہلی تصنیف خیال کی جاتی ہے۔ جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں دس مقالے ہیں جو اس طرح ہیں: (۱) پہلا مقالہ: آنکھ کے مزاج اور اس کی تشریح (۲) دوسرا مقالہ: دماغ کی تشریح ومنافع پر مشتمل ہے۔ (۳) تیسرا مقالہ: عصب بصری، روح البصری اور بصارت کے بارے میں ہے۔ (۴) چوتھا مقالہ: ان جملہ چیزوں کے بیان میں جن کا علم ان لوگوں کو ہونا لازمی ہے جو طبی معالجہ کرنا چاہیں یعنی حفظ صحت کی جملہ تدابیر پر یہ محیط ہے۔ (۵) پانچویں مقالہ: میں آنکھوں کے امراض کے اسباب واغراض کا ذکر ہے۔ (۶) چھٹا مقالہ: آنکھ کے امراض کی علامات کے بیان میں۔ (۷) ساتواں مقالہ: عام ادویہ مفردات کے خواص کے بارے میں (۸) آٹھویں مقالہ میں امراض چشم میں استعمال ہونے والی مخصوص ادویہ نباتی، معدنی اور حیوانی کا تذکرہ ہے۔ (۹) نویں مقالہ: میں امراض چشم کے علاج کا تذکرہ ہے۔ (۱۰) دسواں مقالہ: امراض چشم کی مرکب ادویہ کے بیان میں۔ مثلاً شیاف وسرمہ وغیرہ ساتھ ہی اس میں مصنف نے دس مقالہ کی تصنیف کا سبب بھی بیان کیا ہے۔

امراض چشم وعلم المناظر سے حنین ابن اسحاق کی وابستگی کا اندازہ ان دس مقالوں کے مطالعہ سے بخوبی ہوجاتا ہے۔ اس میں حنین نزول الماء پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ نزول الماء کا قدح (جراحت) سہ پہر کے وقت ماہ کی آخری تاریخوں میں کیا جائے اور جراحت کی ترکیب کے بعد بیان کرتا ہے کہ قدح (آپریشن) کے بعد انڈے کی زردی اور پیاز ریزہ کرکے پٹی باندھ دو اور مریض کو ہدایت کرو کہ اپنا سر نیچے کی طرف جھکا کر نہ رکھے۔ مزید مدہ کا منہ یا کمنۃ المدہ کو حنین نے عشرہ مقالات میں وضاحت سے بیان کیا ہے، حنین اس کی دو قسمیں بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ پہلی قسم میں چھوٹی سی جگہ میں پیپ جمع ہوجاتی ہے اور دوسری قسم میں قرنیہ کے پیچھے کثیر حصے میں پیپ جمع ہوجاتی ہے۔ اس کی مثال گہن کے چاند کی سی ہوتی ہے، آج کے جدید امراض المعین کی کتب میں بھی آج تک یہی درج ہے۔ پھر شب کوری کے علاج میں حنین نے عشر مقالات میں لکھا ہے کہ بکری کے جگر کو آگ پر سیکا جائے اور اس سے جو بھاپ نکلے مریض اس کو اپنی آنکھ میں لے اور پھر اس جگر کو کھالے۔ ان سب کے علاوہ حنین کا بیان ہے کہ ''جو شخص آنکھ کے معالجہ میں مہارت چاہتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ آنکھ کے مزاج اصلی سے واقف ہو، کیونکہ شفاء اسی وقت ممکن ہوتی ہے جب عضو کا عارضی مزاج لوٹ کر پھر طبعی حالت پر آجائے اور آنکھ کی طبیعت کا علم اس صورت میں ممکن ہے کہ جب آنکھ کے سب حصوں سے واقف ہو اور تمام اجزاء ترکیبی کا علم ہو، ہر چیز کا فعل واضح ہو اور اس کی ضرورت کا علم ہو ساتھ ہی اس جز کی ہیئت، اس کا مبداء اور انتہا بھی معلوم ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس جز کو آنکھ کے اس حصہ میں کیوں رکھا گیا ہے'' حنین کا یہ بیان ہے اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ عظیم معالج علم المناظر وامراض العین پر کس قدر قدرت رکھتا تھا۔

بالآخر اس عظیم ماہر چشم اور طباع مترجم کی کشمکش بھری زندگی کا خاتمہ ستر ۷۰ سال کی عمر میں ۲۶۴ھ مطابق یکم دسمبر ۸۷۷ء کو ہوگیا اور یہ قابل قدر ہستی اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئی۔ طب عربی کی تاریخ میں حنین ابن اسحاق کا نام سنہرے لفظوں میں لکھے جانے کے قابل ہے، کیونکہ اس عظیم شخصیت نے طب یونانی کی بیشتر یونانی کتب کا عربی میں سہل ترجمہ کیا جو اسی کا حصہ تھیں، اگر یہ کام اس وقت نہ ہوا ہوتا تو طب کا یہ بیش بہا سرمایہ ہم تک آج اس شکل میں نہیں پہنچ پاتا۔

(جاری)

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in, dawatnews@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
DL (S) - 05 / 3128 / 2009 -2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post)
POSTAL REGISTRATION No.

احوال وکوائف

مشرقی پڑوس میں خوشگوار تبدیلی کے آثار

شفیق الرحمن

ہمارے ایک ہمسایہ بنگلہ دیش کی وزیراعظم شیخ حسینہ واجد کے شوہر ایم اے واجد میاں کا گزشتہ ۹ رمئی کو انتقال ہوگیا، ان کی عمر ۶۷ برس تھی اور بتایا جاتا ہے کہ وہ طویل عرصے سے بیمار تھے۔ مگر بیماری کیا تھی یہ بات واضح نہیں ہوسکی۔ مرحوم واجد میاں کو کہ ایک وزیراعظم کے خاوند تھے اور ایک ایسی سیاستداں سے ان کا رشتہ تھا، سیاست جس کے گھر کی لونڈی تھی۔ یاد رہے کہ شیخ حسینہ کے والد شیخ مجیب الرحمٰن کا شمار بنگلہ دیش کے بانیوں میں ہوتا ہے، لہٰذا سیاست انہیں وراثت میں ملی اور وہ ملکی سیاست میں ہمیشہ چوٹی پر رہیں۔ شیخ مجیب الرحمٰن کے خلاف جو بغاوت ہوئی تھی اور جس میں ان کے پورے خاندان کا صفایا کردیا گیا تھا خوش قسمتی سے شیخ حسینہ ان دنوں ملک سے باہر تھیں اس وقت ملک میں جو فضا بن گئی تھی وہ شیخ مجیب کے خلاف تھی، ان کے مخالفوں کا دبدبہ قائم ہوچکا تھا۔ ایسی صورت میں ملک واپس آنے کا تصور ہی لرزا دینے والا تھا۔ لیکن شیخ حسینہ نے وطن واپس آنے کا تہیہ کیا اور وہ نہ صرف بنگلہ دیش واپس آئیں بلکہ انہوں نے عوامی لیگ کو دوبارہ منظم کیا اسے قومی دھارے کا حصہ بنایا اور اس میں ایک نئی جان ڈالی۔ اس پورے دورانیہ میں مرحوم واجد میاں کا نام کہیں سننے کو نہیں ملا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو سیاست سے کبھی کوئی علاقہ نہیں رہا۔ انہوں نے خود کو ہمیشہ اس سے دور رکھا اور کبھی کسی تنازعہ کا حصہ نہیں بنے، حالانکہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے بلکہ ملک کے ایک مایہ ناز سائنسداں تھے اور جوہری توانائی جیسے اہم سائنسی میدان میں ہونے والی تحقیق سے منسلک تھے، بنگلہ دیش بننے سے پہلے وہ پاکستان اٹامک انرجی کمیشن سے وابستہ تھے اور جب بنگلہ دیش بنا تو قدرتی طور پر بنگلہ دیش اٹامک انرجی کمیشن سے ان کا رشتہ قائم ہوگیا۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ یہ اس دور کی بات ہے کہ جب اٹامک انرجی کے میدان میں کسی مسلمان کا قدم رکھنا خطرات کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ اس کا نام لینا بھی جرم خیال کیا جاتا تھا۔ وہ اپنے میدان کے شہسوار تھے۔ اس کا منھ بولتا ثبوت یہ ہے کہ وہ بنگلہ دیش اٹامک انرجی کمیشن کے سربراہ بنے اور نہایت قابل قدر خدمات انجام دیں۔ بنگلہ دیش جیسا غریب اور پسماندہ ملک کا اٹامک انرجی جیسا شعبہ قائم کرنے کا فیصلہ کرنا اور اسے مسلسل ترقی دیتے رہنے کی فکر کرنا بجائے خود ایک بڑی بات ہے۔

مرحوم واجد میاں تمام زندگی اس پُر خطر راستے پر نہایت خاموشی سے آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ وقت موعود آپہنچا، اس دوران انہیں کن مشکل مراحل سے گزرنا پڑا، واقف کار ہی جانتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ بات نہ شیخ حسینہ سے چھپی ہوئی تھی اور نہ بیگم ضیاء سے؛ اس لئے کہ مابعد شیخ مجیب بنگلہ دیش کی تاریخ انہی دونوں بیگمات کے سیاسی منظر پر ابھرنے اور ڈوبنے اور ان کی باہمی رسہ کشی سے عبارت ہے، جنرل ضیاء الرحمٰن اور جنرل حسین محمد ارشاد کے استثنیٰ کے ساتھ بنگلہ دیش کے سیاسی افق پر یہی دو بیگمات چھائی رہی ہیں۔ لیکن واجد میاں کی موت نے شاید تاریخ کے اس دھارے کو جیسے موڑ کر رکھ دیا ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ جیسے ہی واجد میاں کے انتقال کی خبر بیگم ضیاء کو ملی انہوں نے اپنی تمام سیاسی وغیر سیاسی مصروفیات کو منسوخ کرکے شیخ حسینہ کے گھر کا رُخ کیا، شیخ حسینہ ظاہر ہے گھر پر موجود تھیں، چشم فلک نے اس وقت ایک عجیب منظر دیکھا کہ بیگم ضیاء نے جب شیخ حسینہ سے تعزیتی کلمات اور مرنے والے کے حق میں کلمہ خیر کہنے کے بعد انہیں گلے لگایا تو شیخ حسینہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے اور بتانے والے یہ بتاتے ہیں کہ دونوں بیگمات آپس میں گلے مل کر خوب روئیں بلکہ کہنا چاہئے کہ پھوٹ پھوٹ کر روئیں، یوں انہوں نے اپنے سارے گلے شکوے اپنے ان آنسوؤں سے دھوڈالے، یہ آنسو دکھاوے کے آنسو نہیں تھے، لہٰذا دل سے جو خاموش آواز اٹھی وہ زبان خلق بن گئی۔

دنیا نے دیکھا کہ دوسرے دن کے اخبارات کی پہلی خبر یہی بنی۔ الیکٹرانک میڈیا نے بھی اس کو، کلمہ ستائش وتحسین کے ساتھ باشندگان ملک کو دکھایا، بنگلہ دیش کے ایک کثیر الاشاعت اخبار نیو ایج نے اسے ایک نئی صبح سے تعبیر کیا، اس نے ملک کی ان دونوں بیگمات کے اس طرح گلے ملنے کو ایک غیر معمولی واقعہ قرار دیا، بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی کے ایک سینئر رہنما خوندکر دلاد حسین نے کہا کہ اس واقعہ کا ملکی سیاست پر بڑا گہرا اثر مرتب ہوگا، انہوں نے اسے ہوا کے ایک خوشگوار جھونکے سے تعبیر کیا، اسی پارٹی کے ایک دوسرے لیڈر مودود احمد نے بھی جو کبھی عوامی لیگ کے بھی چوٹی کے لیڈر شمار کئے جاتے تھے، اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا، ان لیڈروں کا کہنا ہے کہ سیاسی اختلافات اپنی جگہ ہیں اور ذاتی تعلقات اپنی جگہ ان کے فرق کو سمجھنے کی ضرورت ہے، بتایا جاتا ہے کہ بعدازاں بیگم ضیاء نے اپنی پارٹی کی طرف سے ایک تعزیتی پیغام جاری کرکے مرحوم واجد میاں کی خدمات کو جن الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے وہ جہاں مرحوم کی عظمت کا کھلا اعتراف ہے وہیں ایک نئے سویرے کی نوید بھی سناتا ہے۔ یاد رہے کہ جس دن واجد میاں کا انتقال ہوا ہے ٹھیک اسی دن بیگم ضیاء ایک ملک گیر حکومت مخالف ریلی کی قیادت کرنے والی تھیں جس کا اعلان پہلے سے کیا جاچکا تھا، تاہم جیسے ہی انہیں واجد میاں کے انتقال کی خبر ملی انہوں نے نہ صرف ریلی منسوخ کردی بلکہ اپنی دوسری تمام مصروفیات فی الفور ترک کردیں۔ اور تمام اختلافات کو بھلا کر غم زدہ شیخ حسینہ کے اس دکھ میں شریک ہونے کے لئے ان کے گھر پہنچ گئیں۔ اسے بھی ملک وقوم کے لئے مرحوم واجد میاں کا ایک نذرانہ کہا جائے گا۔ ایسی موت کو قابل رشک موت بھلا کون نہیں کہے گا۔

●●

بقیہ: ریڈکراس تاریخ اوراس کی سرگرمیاں

کمیٹیوں کی تشکیل کی بابت ہو، جو آرمی میڈیکل سروس کے ساتھ تعاون کریں اوراس کو امداد فراہم کریں، اوراس کام کی انجام دہی کے لئے وہ رضاکار گروپ تشکیل دے اوران کو تربیت فراہم کرے۔ اس کمیشن کے انفرادی اراکین نے دیگر ممالک کے دورے کئے تاکہ ان کو اپنے مقصد سے آگاہ کرسکیں اور ۱۸۶۳ء کے موسم خزاں میں انہوں نے جنیوا میں ایک بین الاقوامی اجلاس طلب کیا۔ اس اجلاس میں ۳۶ ماہرین شریک تھے اور مختلف حکومتوں کے وفود بھی شامل تھے۔ یہ کانفرنس ۲۶ رتا ۲۹ اکتوبر جاری رہی۔ اس اجلاس کے دوران ریڈکراس کے بنیادی اصولوں پر اتفاق رائے ہوا اور کمیٹیوں کو یہ ہدایات دی گئیں کہ وہ اپنی تمام تر توانائی دیگر ممالک کو اس امر پر قائل کرنے میں صرف کریں کہ وہ ایسی نیشنل سوسائٹیاں تشکیل دیں جو ریڈکراس کی تحریک کے لئے تقویت کا باعث ثابت ہوں۔

یہ ایک مشکل کام تھا مگر کمیٹی وقت ضائع کئے بغیر اسے سرانجام دینے میں مصروف ہوگئی۔ اس کے راستے میں کئی مشکلات حائل ہوئیں لیکن وہ مشکلات پر قابو پانے میں کامیاب ہوگئی۔ اس کمیٹی کے ارکان نے ملک ملک کا دورہ کیا، حکومتی نمائندوں سے انٹرویو کئے، مختلف حکومتوں نے ان کے اقدام کو سراہا، ان کی کاوش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اوراس تحریک میں شامل ہونے کی خواہش کا بھی اظہار کیا، حتیٰ کہ شہنشاہ نپولین سوم بھی اس اسکیم کا بہت بڑا حمایتی بن گیا۔

اس کے بعد کمیٹی نے سوئٹزرلینڈ فیڈرل کونسل سے رابطہ کیا اوراس سے درخواست کی کہ ۱۸ راگست ۱۸۶۴ء کو جنیوا میں ایک سفارتی کانفرنس منعقد کی جائے۔ اس کانفرنس میں مختلف ملکوں کے ۲۶ نمائندوں نے شرکت کی تھی۔ اسی کانفرنس کے دوران جنیوا کنونشن منظر عام پر آیا تھا۔ ریڈکراس کو ایک بین الاقوامی درجہ حاصل ہوا اور اس کے بنیادی اصول وضع کئے گئے۔ زخمیوں کو عزت بخشی جائے گی، فوجی اسپتالوں کو غیر جانبدار تصور کیا جائے گا، طب سے متعلق افراد، طبی سازوسامان اور ادویات وغیرہ کو تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ لہٰذا ریڈکراس کی انٹرنیشنل کمیٹی سرکاری طور پر قائم کی گئی۔ اس کی علامت سفید جھنڈا قرار پایا جس پر سرخ کراس نمایاں تھا۔

ابھی بہت سا کام کرنا باقی تھا اوراپنی باقی ماندہ لمبی زندگی کے دوران جین ہنری ڈونانٹ نے اس ادارے کی اصلاح کے لئے ازحد کوشش سرانجام دی جو اس کی پیش کردہ تجویز کے تحت قائم ہوا تھا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس ادارے میں بہتری واقع ہوتی چلی گئی اور اس میں مناسب ترامیم بھی متعارف کروائی جاتی رہیں اور تربیت کے مزید مراکز بھی کھولے جاتے رہے۔ ڈونانٹ نے ریڈکراس کی مختلف ممالک میں قائم شاخوں کے دورے کئے اوراس کی جدوجہد کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ہزاروں لوگوں نے رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کیں اور اس کے ساتھ عطیات میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ جلد ہی ریڈکراس کی خودمختار سوسائٹیاں تشکیل پاگئیں۔ اس سلسلے میں انٹرنیشنل کمیٹی نے اہم کردار ادا کیا۔ اس کی ذمہ داری یہ تھی کہ اس امر کی یقین دہانی حاصل کرے کہ جنیوا کنونشن کے اصول پر سختی سے عملدرآمد کو ممکن بنایا جارہا ہے اور کسی بھی خلاف ورزی کی مذمت کرتے ہوئے اس کو روکے۔

۱۸۷۰ء میں انٹرنیشنل کمیٹی نے باسل میں ایک انفارمیشن ایجنسی قائم کی۔ اس سے فرانس اور جرمنی دونوں کے بیمار یا زخمی سپاہیوں کو مستفید ہونا تھا۔ یہ ایجنسی باقاعدگی کے ساتھ جنگی قیدیوں کے کیمپوں کا دورہ کرتی تھی اور انہیں ہرطرح کا تعاون فراہم کرتی تھی۔ مزید برآں ایجنسی ان شہری مہاجرین کی بھی دیکھ بھال کرتی تھی جو جنگ کے دوران بے گھر ہوچکے تھے۔ انہیں مالی امداد فراہم کرتی تھی، خوراک مہیا کرتی تھی، سرچھپانے کی جگہ اور عارضی ملازمتیں بھی مہیا کرتی تھی۔ دیگر جنگیں اگرچہ اتنی اہم نہ تھیں لیکن وہ بھی کسی المیے سے کم نہ تھیں۔ یہ جنگیں دنیا کے مختلف حصوں میں لڑی گئی تھیں، ان تمام جنگوں میں بھی ریڈکراس نے فعال کردار سرانجام دیا۔ ایسے واقعات بھی ظہور پذیر ہوئے (خوش قسمتی سے یہ واقعات خال خال ہی وقوع پذیر ہوئے) کہ اسپتال کو نشانہ بنایا گیا، زخمیوں اور جنگی قیدیوں کے ساتھ ناروا سلوک روا رکھا گیا، طبی عملے سے برا سلوک کیا گیا، ادویات چوری کرلی گئیں، وغیرہ وغیرہ۔ اس کے سدباب کے لئے ان کمیٹیوں نے فوری کارروائی کی اور معاملے کو سلجھایا۔

اگلی صدی تک دنیا کے تقریباً تمام ممالک جنیوا کنونشن میں شامل ہوچکے تھے جس پر نظرثانی کی گئی اور ۱۹۱۶ء میں اس کو اَپ ٹوڈیٹ کیا گیا، جب کہ ہیگ میں ۱۹۰۷ء میں اس کے قوانین کو بحری جنگ پر بھی لاگو کردیا گیا۔

جین ہنری ڈونانٹ نے ۱۹۱۰ء میں ۸۲ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اس نے جو پودا لگایا تھا۔ وہ اب تک تناور درخت کا روپ دھار چکا ہے۔ اور دنیا بھر میں انسانیت کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ سولفرینو میں اس نے سخت ترین جدوجہد کی تھی اوراپنے خواب کو حقیقت میں بدل کر رکھ دیا تھا، اور خدا کی مہربانی سے وہ کامیابی سے ہمکنار ہوا تھا۔ وہ پہلی جنگ عظیم کے دوران ریڈکراس کی گراں قدر سرگرمیاں دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہا اور ۱۹۱۸ء تک اس کی سرگرمیوں کا دائرہ کار وسیع ہوتے بھی دیکھ نہ پایا۔ آج کل جہاں کہیں کوئی سانحہ پیش آتا ہے ریڈکراس سب سے پہلے منظرعام پر آتی ہے۔

دنیا میں بہت کم ایسے افراد ہوتے ہیں جو ایک شاندار اور ہمیشہ قائم رہنے والی یادگار اس دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں جیسے جین ہنری ڈونانٹ نے ایک شاندار اور ہمیشہ قائم رہنے والی یادگار چھوڑی ہے۔ ●●

بقیہ: ازدواجی زندگی کے آداب

حقیقت یہ ہے کہ ہرخاتون میں کسی نہ کسی پہلو سے کوئی کمزوری ہوگی، اوراگر شوہر کسی عیب کو دیکھتے ہی اس کی طرف سے نگاہیں پھیرلے اور دل برا کرلے تو پھر کسی خاندان میں گھریلو خوشگواری مل ہی نہیں سکے گی۔ حکمت کی روش یہی ہے کہ آدمی درگزر سے کام لے اور خدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے عورت کے ساتھ خوش دلی کے ساتھ نباہ کرنے کی کوشش کرے۔ ہوسکتا ہے کہ خدا اس عورت کے واسطے سے مرد کو کچھ ایسی بھلائیوں سے نوازے جن تک مرد کی کوتاہ نظر نہ پہنچ رہی ہو۔ مثلاً عورت میں دین و ایمان اور سیرت واخلاق کی کچھ ایسی خوبیاں ہوں، جن کے باعث وہ پورے خاندان کے لئے باعث رحمت ثابت ہو، یا اس کی ذات سے کوئی ایسی روح سعید (نیک اولاد) وجود میں آجائے جو ایک عالم کو فائدہ پہنچائے اور رہتی زندگی تک کے لئے والدین کے حق میں صدقہ جاریہ بنے اوران کو جنت سے قریب کرنے میں مددگار ثابت ہو، یا پھر اس کی قسمت سے دنیا میں خدا اس مرد کو کشادہ روزی اور خوش حالی سے نوازے۔ بہرحال عورت کے کسی ظاہری عیب کو دیکھ کر بے صبری کے ساتھ ازدواجی تعلق کو برباد نہ کیجئے بلکہ حکیمانہ طرزعمل سے دھیرے دھیرے گھر کی فضا کو زیادہ سے زیادہ خوش گوار بنانے کی کوشش کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ’’کامل ایمان والے مومن وہ ہیں جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھے ہوں۔ اور تم میں سب سے اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہوں۔‘‘ (ترمذی)

پوری فراخ دلی کے ساتھ رفیقہ حیات کی ضروریات فراہم کیجئے اور خرچ میں کبھی تنگی نہ کیجئے اپنی محنت کی کمائی گھر والوں پر خرچ کرکے مسرت محسوس کیجئے۔ کھانا، کپڑا بیوی کا حق ہے اوراس حق کو خوشی دلی اور کشادگی کے ساتھ ادا کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرنا شوہر کا فرض ہے۔ اس فریضے کو کھلے دل کے ساتھ انجام دینے سے نہ صرف دنیا میں خوش گوار زندگی کی نعمت ملتی ہے بلکہ مومن آخرت میں بھی اجروانعام کا مستحق بنتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ’’ایک دینار تو وہ ہے جو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے کسی غلام کو آزاد کرانے میں صرف کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے کسی فریق کو صدقہ میں دیا، اورایک دینار وہ ہے جو تم نے اپنے گھر والوں پر صرف کیا۔ ان میں سب سے زیادہ ثواب اس دینار کے خرچ کرنے کا ہے جو تم نے اپنے گھروالوں پر صرف کیا ہے۔‘‘ (مسلم)

بیوی کو دینی احکام اور تہذیب سکھایئے، دین کی تعلیم دیجئے، اسلامی اخلاق سے آراستہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ’’ایمان والو! اپنے آپ کو اوراپنے گھروالوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔‘‘ دوسری جگہ فرمایا ’’اور اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید کیجئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے اگر کئی بیویاں ہوں تو سب کے ساتھ برابری کا سلوک کیجئے۔‘‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’اگر کسی کی دو بیویاں ہوں اور ان کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک نہ کیا تو قیامت کے روز وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گرگیا ہوگا۔‘‘ (ترمذی)

●●

بقیہ: منفی نہیں مثبت تعمیری سوچ کی ضرورت ہے

یہاں بلا کر ان کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ کیوں نہ مسلمان حکمراں، اصحاب دولت وثروت اہل علم ودانش بہترین اشیاء تیار کرکے دنیا کے سامنے پیش کرتے۔ کیوں نہیں جدید ٹیکنالوجی اور مارکیٹنگ کے جدید طریقے استعمال کرکے یہودی صہیونیوں، عیسائی صلیبیوں اور ہندوتوادیوں کا زندگی کے ہرشعبہ میں ڈٹ کر مقابلہ کرتے؟ کیوں نہیں تعمیر وترقی کے لئے میدان میں اپنی بالادستی کے جھنڈے گاڑدیتے؟ بائیکاٹ کی اپیل کرنے کی بجائے ان اشیاء سے بہتر اپنی پربوڈکٹ اور مصنوعات وتخلیقات پیش کرکے مقابلہ کی دوڑ میں انہیں فیل کردیتے کہ نہ صرف فلسطین سے ہمدردی رکھنے والے اسرائیل وامریکہ سے بیزار اور مخالف بلکہ عام مسلمان بھی اور دنیا بھر کے عام انسان بھی ان کی اشیاء کا استعمال ترک کردیں ان کی مصنوعات وتخلیقات پر ہماری اشیاء مصنوعات وتخلیقات کو ترجیح دیں۔

●●

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایرانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ’’دعوت‘‘ ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن

سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی
عمیر کوثی ندوی، اشرف علی بستوی

جموں وکشمیر یتیم خانہ سری نگر

ایک تعارف

یہ ادارہ ★ دو ہوسٹل چلاتا ہے جن میں چار سو یتیم بچے رہتے ہیں ★ یتیموں کے لئے ایک چیریٹیبل ہائر سکنڈری اسکول چلاتا ہے ★ مختلف آبادیوں میں دستکاری کے ساتھ چیریٹیبل مراکز چلاتا ہے ★ چار سو بیواؤں کو ماہانہ امداد دیتا ہے ★ ایک سو معذور افراد کو مالی امداد فراہم کرتا ہے ★ یتیم بچیوں کو مالی امداد دے کر شادی کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے ★ تعلیم کے لئے سو یتیم بچیوں کی مدد کرتا ہے ★ ہائیر اور ٹیکنیکل تعلیم کے لئے منتخب شدہ یتیم بچوں کی مالی امداد کرتا ہے ★ غریب، نادار اور محتاج مریضوں کی روزانہ امداد کرتا ہے

اس یتیم خانے کا معائنہ کیجئے

اور ہماری عملی خدمات اپنی آنکھوں سے دیکھئے۔ ہر چیز کھلی ہے، حسابات چیک ہوتے ہیں۔ ۲۰۰۸-۰۹ کا بجٹ تقریباً دو کروڑ روپے ہے۔ ہم اپنی یہ خدمات بلالحاظ مذہب وملت پیش کرتے ہیں۔ بس آخرت میں اچھے اجر کی طلب اور دوزخ سے پناہ مطلوب ہے۔

اپنے عطیات اس نام سے بھیجیں

"J & K YATEEM KHANA, A/C No. SB7378"
JK Bank, Chawri Bazar, Delhi-110006

ایس اے بخاری (چیئرمین)
09419059772

Jammu & Kashmir Yateem Khanah (Orphanage)
Bemina - Chatabal Crossing, Srinagar - 190010
Ph.: 0194 - 2471707, Mob.:09419056249, 09419059133,
Fax:0194-2481056

ضرورت رشتہ

۲۱- سالہ خوبصورت، قد پانچ فٹ، تین انچ، بی اے فائنل (سال آخر) دیندار، نیک سیرت لڑکی کے لئے برسرروزگار نیک صالح اور تحریکی لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے۔ دہلی اور اس کے اطراف کے رشتہ کو ترجیح دی جائے گی۔

Box No. 19509
C/o Sehroza Dawat
Dawat Nagar, D-314,
Abul Fazl Enclave,
Jamia Nagar, New Delhi-25

ضرورت رشتہ

دہلی میں مقیم تحریک اسلامی سے وابستہ خاندان کی لڑکی کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔

لڑکی کی عمر ۲۵ سال، تعلیم ایم اے، بی ایڈ Net پاس، قد پانچ فٹ چار انچ، دیندار، پردہ نشین، امور خانہ داری میں ماہر ہے۔ (لڑکی دہلی میں لڑکیوں کے سرکاری اسکول میں ٹیچر ہے۔ شادی کے بعد ملازمت ضروری نہیں ہے۔)

Box No. 19509A
C/o Sehroza Dawat
Dawat Nagar, D-314,
Abul Fazl Enclave,
Jamia Nagar, New Delhi-25

حکومت سے منظور شدہ ایکسپورٹ ہاؤس

سپر ٹینری لمیٹیڈ

● برنشڈ بف کاف ● فیشن ایبل لیدرز ● اَنل پُل اَپ ● انڈسٹریل سیفٹی بوٹ لیدرز ● نو بک ● واٹر پروف لیدرز ● گارمنٹ نپا ● شو اینڈ بوٹ اَپرز

SUPER TANNERY LIMITED
(A Government Recognised Export House)
187/170, JAJMAU ROAD, KANPUR-208010 (INDIA)
Tel:+91-512-2460137,2465362,2462138,2461079
Fax:+91-512-2460792,2462227,
Email:supertannery@satyam.net.in
Website:www.supertannery.org

مئو کا بنا تیز اثر دار افضلس نورانی تیل

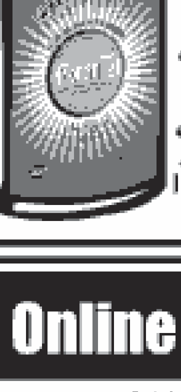

لیبل وکیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں

بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ ورم، سردی کے امراض نیز بچوں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حلقہ، خناق، کھانسی، نزلہ، وزکام وغیرہ میں مجرب ومفید ہے

INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan-Mau-275101 (U.P.)

Online Unani Herbal Consultation

044-28481344 E-mail:drameen@vsnl.net

for Sinusitis ★Joints Pain ★infertility ★nervous ★debility ★Obesity ★beauty & Hair Care

in public interest by **Dr. Syed M.M. Ameen**
B.U.M.S. (OSM)., M.D. (Herbal Med).,
Ph.D. (MED)., M.N.S.A. (IND)

S.K's Herbal Medical Hospital & Research Centre
36, J.J.K. Road, Royapettah, Chennai-600014 INDIA

جدید طرز پر کاروباری معلومات فراہم کرنے والا

رہبر صنعت وتجارت

اشاعت کے چھبیس (26) سال

خالص کاروبار پر مشتمل اس رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں

★ چھوٹے پیمانے کی کاروباری اسکیمیں ★ گھریلو پیمانے پر تیار ہونے والی مصنوعات کے فارمولے، بنانے کے طریقے، مشنریز وخام مالوں کی تفصیلی جانکاری ★ خواتین کے لئے پردے میں رہتے ہوئے گھریلو ہنر وکام کاج ★ حکومت کی جانب سے چھوٹی صنعتوں کے لئے مراعات ★ دانشوران صنعت وتجارت کے مضامین اور بہت کچھ۔

فی شمارہ -/15 روپے	سالانہ -/150 روپے

ادارہ کی جانب سے مختلف انڈسٹریز پر کتابیں بھی شائع ہوچکی ہیں

RAHBAR-E-SANAT-O-TEJARAT
24,C BRIGHT STREET, KOLKATA-700017
PH.: 033-22806152, MOB.: 09331001824

دو کتابیں

● **وہ ہم میں سے نہیں** تالیف: مولانا سید عبدالقادر ٹونکیؒ
ترجمہ وحواشی: محمد فاروق خاں ایم۔اے

رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ان احادیث کا آسان، عام فہم اور سلیس اردو ترجمہ، جن میں لَیْسَ مِنَّا (وہ ہم میں سے نہیں) کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ان احادیث کے تحت بتایا گیا ہے کہ وہ کون کون سے لوگ ہیں، جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے زاری وبے تعلقی کا اظہار فرمایا ہے۔

واضح رہے کہ یہ کتاب پہلے ’’احادیث لَیْسَ مِنَّا‘‘ کے نام سے شائع ہوچکی ہے

سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ ☆ صفحات: ۷۲ ☆ قیمت: Rs.30/-

● **وقت کا صحیح استعمال** تالیف: الاستاذ مصطفیٰ محمد طحان
ترجمہ: عبدالحمید اطہر ندوی

الاستاذ مصطفیٰ محمد طحان کی عربی کتاب ’’ادارۃ الوقت‘‘ کا سہل اور آسان اردو ترجمہ۔ ایک مشفق اور دردمند مربی کی حیثیت سے وقت کی قدر وقیمت اور موثر منصوبہ بندی پر ایک قیمتی گفتگو۔

سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ ☆ صفحات: ۸۸ ☆ قیمت: Rs.34/-

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

P.O. Box No. 9752, Jamia Nagar New Delhi-110025
Ph: 26954341, 26971652, 26946447(D) Fax:26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com.Website: www. mmipublishers.net